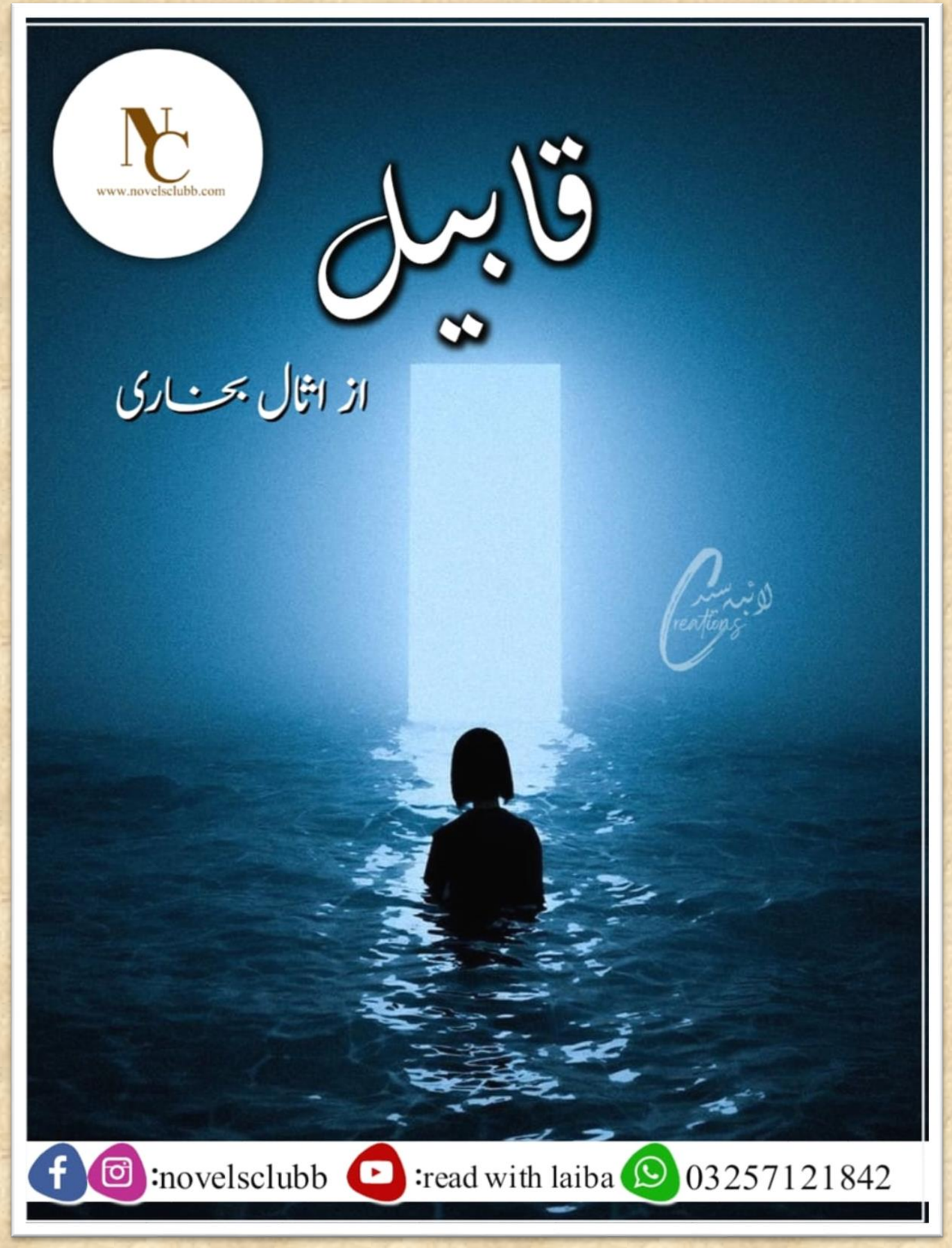
www.novelsclubb.com
قابیل
از اثال بخاری
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

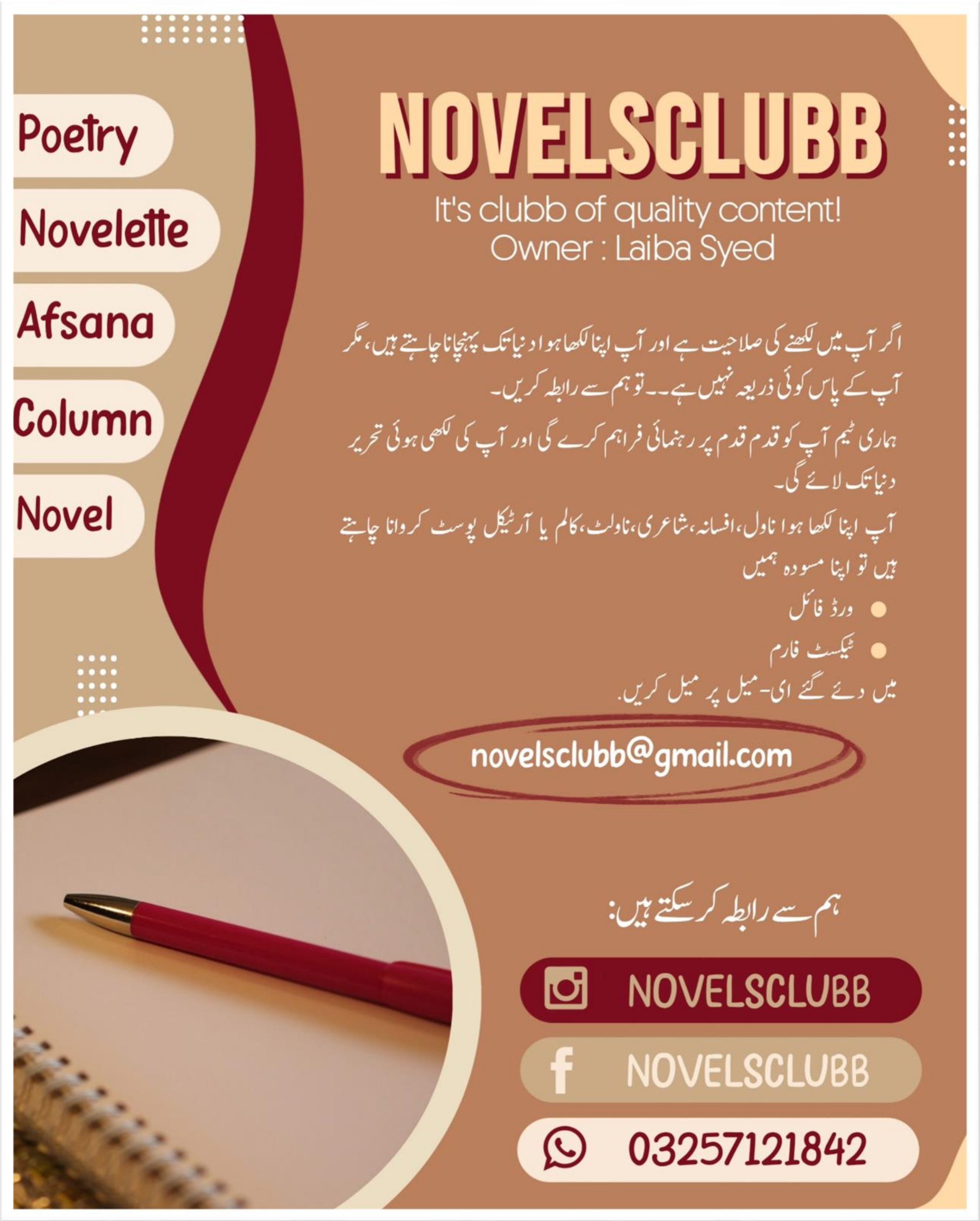
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

قابیل

از قلم

اثال بخاری

ناولز کلب

ناول "قابیل" کے تمام جملہ حق لکھاری "اثال بخاری" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

(قسط اوّل)

"کہے اگر کوئی تم سے کہ

میں ہوں تمہارا بھائی۔

تو پوچھ لو اس سے

کہ ہابیل ہو یا قابیل؟"

"لہلہاتے کھیتوں کے درمیاں

بہہ گئی ایک نہر خون کی

زمین پہ لیٹے ایک شخص کی 'آہ'

آرہی تھی عرش کی طرف

چیرتی ہوئی آسمانوں کو

وہ آئی اور ٹھہر گئی عرش کے دروازے پر

ہاں یہی ہے وہ در

کہا گیا تھا اسکو کہ اگر آئی وہ یہاں

تو عرش اس کی آواز سے گونجے گا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اور فرش ہلا دیا جائے گا

تو تھاما اس نے عرش کا چوراہا

اور گویا ہوئی

اے عرش!!!

میرا پیغام دے اپنے خالق کو

کہ اس کے بندے نے اس کے بندے پر ظلم کیا ہے

بھائی نے بھائی کو قتل کیا ہے

وہ ابلیس کا پہلا شکار بنا ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اے عرش!!!

ابن آدم نے یہ کیسا ظلم ڈھایا ہے!!

وہ 'آہ' سنی جا رہی تھی

اور پلٹا دیے گئے وہ الفاظ

زمین کی طرف

وہ الفاظ برس رہے تھے

زمین پر

آگ کے شعلوں کی مانند
لپیٹ لیا اس آگ نے تمام بنی آدم کو
اور چھا گئے طوفان ظلمت کے
ان طوفانوں نے سرگوشی کی
ہر ہابیل کے کان میں
کہ آج بھی دوڑتا ہے رگوں میں
خون قابیل کا
پس چاہیے ہر ہابیل کو
کہ وہ بچ کے رہے
ہر قابیل سے"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کے قدم بے اختیار پیچھے کو ہٹے۔اس نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔یہ اس نے کیا کیا تھا؟!

سامنے وہ زمین پر لیٹا تڑپ رہا تھا۔اس کے سر سے خون نکل کر سفید ٹائلوں پر چمک رہا تھا ۔اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔اور ان آنکھوں میں بے یقینی تھی۔وہ اس کے ساتھ ایسا کر سکتی تھی!!اگر وہ یہ جان جاتا تو کبھی۔۔۔۔۔

اس کے آگے اسکی آنکھوں کو نظر آنا بند ہو گیا۔وہ آنکھیں کھول کھول کر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔لیکن اسکے دماغ کا جسم سے ناطہ ٹوٹ گیا۔

اور پھر اس کا سر زمین کے ساتھ جا لگا۔اس کے جسم نے حرکت کرنا بند کر دی۔

شاید وہ مر گیا تھا۔لیکن اس کی سانسیں تو چل رہی تھیں۔

کیا وہ مرا نہیں؟لیکن اگر مرا نہیں تھا تو وہ زندہ بھی نہیں تھا۔۔۔۔

Clubb of Quality Content!

....

اس نے راہداری میں چلتے ہوئے ایک کلرک کو روک کر اپنی فائل کے درمیان سے ایک قلم اور کاغذ نکالا۔قلم مٹھی میں دبا کر دو انگلیوں سے کاغذ سامنے کھڑے کلرک کی طرف بڑھایا۔کلرک نے وہ کاغذ تھاما۔اس پر کوئی نام درج تھا۔

"اصغر تمہیں ان صاحب کے کمرے کے بارے میں پتہ ہے؟"خوبصورت آواز اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا گیا وہ سوال سن کر سانولی رنگت اور چارلی چیپلن کی سی مونچھوں والا اصغر مسکرایا۔ سر پہ پہنی ٹوپی سیدھی کرتے ہوئے بولا۔

"کیوں نہیں میم، پتہ ہے۔مجھے نہیں پتہ ہو گا تو۔۔۔"۔پھر میم جی کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر اس کی مسکراہٹ سمٹی۔

"وہ سامنے ہے جی۔"مڑ کے دور ایک دروازے کی طرف ہاتھ لمبا کر کے بتایا. گھنی پلکوں سے مزین آنکھوں نے اس کے اشارے کا تعاقب کیا۔

"شکریہ۔"اصغر نے سینے پہ ہاتھ رکھ کر شکریہ وصول کیا۔پھر وہ آرام سے قدم قدم چلتی دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔چلتے ہوئے اس نے گردن موڑی۔

راہداری کے دوسری طرف کھلا سا میدان نما صحن تھا۔سورج کی روشنی اس کے چہرے پہ پڑی۔خوبصورت نین نقوش اور دودھیا رنگت والا چہرا سورج کی روشنی میں مزید نکھر گیا ۔اس نے آنکھیں سکیڑ کر اوپر چمکتے سورج کو دیکھا۔اس کی کالی آنکھیں دھوپ کے باعث چمک اٹھیں۔اس نے اپنا چہرا واپس موڑ لیا۔کالے بالوں کے نفیس جوڑے سے چند لٹیں نکل کر چہرے کے اطراف میں جھول رہی تھیں وہ دروازہ اب صرف چند قدم دور تھا۔

اس نے آفس کا دروازہ کھٹکٹایا اور کھولا۔سامنے کا منظر واضح ہوا۔

Clubb of Quality Content

سادہ سا کمرہ جس میں ایک طرف سافٹ بارڈ لگا ہوا تھا اور اس پر مختلف نوٹ چسپاں تھے۔اور کوئی ادھر کھڑا مزید نوٹس چپکا رہا تھا۔یہاں سے اسکے چوڑے کندھے اور سر کی پشت پہ کالے گھنے بال نظر آتے تھے۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ پلٹا۔اور نگاہیں اٹھا کر سامنے کھڑی دراز قد لڑکی کو دیکھا۔اس کی خود کی آنکھیں اس کے سوٹ کے کلر جیسی ہی تھیں، گہری سر مئی۔ اٹھی ہوئی مغرور ناک اور سرخ رنگت، ہلکی بڑھی ہوئی داڑھی، جیل سے کالے بال پیچھے جمائے،وہ سر تا پیر باوقار شخصیت کا حامل تھا۔

اس نے سر کے خم سے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔اور چلتا ہوا اپنی کرسی کی طرف آیا۔اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گیا۔

"السلام علیکم "اس نے بیٹھتے ہوئے بارعب آواز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔"

"مجھے اکبر خان صاحب نے بتایا ہے کہ آپ علیزہ انصر کیس کو ڈیل کر رہی تھیں۔ لیکن کچھ ذاتی مسائل کی وجہ سے اب آپ اس کیس کو لیڈ نہیں کر سکتیں۔ کیا ایسا ہی ہے؟"

انتہائی خشک لہجے میں سوال کرنے کے بعد وہ خاموش ہوا اور جواب کا انتظار کرنے لگا۔

"جی"وہ کرسی پہ بیٹھتے ہوئے بولی۔اور فائل سامنے میز پہ رکھی۔

Clubb of Quality Content

"مجھے اس کیس کے حوالے سے بریف کریں"۔ کرسی کے ہتھے پہ بازو جماتے ہوئے حکم صادر کیا۔ وہ اس عورت کو اکثر کورٹ میں دیکھ چکا تھا۔ اسکا نام بھی دو تین دفعہ اس کے کانوں میں پڑا تھا شاید البتہ اسے یاد نہیں تھا۔ لیکن براہِ راست ملاقات آج پہلی بار ہوئی تھی۔

اس کی بات سن کر وہ پروفیشنل انداز میں مسکرائی۔ گال کے گڑھے واضح ہوئے۔ کمر کرسی کی ٹیک سے لگائی۔ اور قلم کو مٹھی کی قید سے آزاد کیا۔

"علیزہ انصر ایک یونیورسٹی سٹوڈنٹ تھی۔ ان کے ایک یونیورسٹی فیلو اعجاز احمد جن کو علیزہ جانتی بھی نہیں تھیں انہوں نے ان کے گھر پروپوزل بھیجا۔۔۔۔" روانی سے بولتے ہوئے اسنے قلم اپنی انگلیوں پہ گھمایا۔

سامنے بیٹھے مرد کی سرمائی آنکھوں نے اسکی انگلیوں کو دیکھا۔ جو مہارت سے قلم کو گول گول گھما رہی تھیں۔ "علیزہ کے والد انصر جمال کو جب اس بات کا علم ہوا کہ اعجاز ان کی بیٹی کی یونیورسٹی میں پڑھتا ہے تو انہوں نے اپنی بیٹی پر پیٹرول چھڑک کر اسے آگ لگا دی۔ جس سے اس کی موت واقع ہو گئ۔ لڑکی کی مرحومہ ماں کے بھائی یعنی اس کے ماموں نے انصر جمال پر کیس کیا ہے۔"

روانی اور سکون کے ساتھ ساری روداد سنا کر وہ خاموش ہوئی تو فوراً ایک اور سوال آیا۔

"اوپوزیٹ کیس کون لیڈ کر رہا ہے؟"

ناولز کلب
Club of Quality Content

"ایڈوکیٹ فیروز ملک۔" جواب دینے کے بعد اس کی نظران دونوں کے درمیان حائل میز پہ رکھی نیم پلیٹ پر پڑی۔ "ایڈوکیٹ دایان دستگیر"۔

"اور آپ کا نام؟" دایان نے اس سے پوچھ ہی لیا۔

"زاریہ۔۔۔۔زاریہ سلطان۔" ساتھ ہی اس نے فائل اسکی طرف کھسکائی۔ "اس میں اس کیس کے حوالے سے دیگر معلومات موجود ہیں۔" اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

دایان نے فائل کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اسے کھول کر دیکھنے لگ گیا۔ "ہوں۔"

زاریہ دروازے کی طرف بڑھی اور اس کھول کر باہر چلی گئی۔

اندر دایان دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں سے وہ ابھی گئ تھی۔ فائل اس کے ہاتھ میں تھی۔

"زاریہ۔۔۔زاریہ سلطان۔" اس نے آبرو اچکائے اور دوبارہ فائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

لیکن اگلے ہی لمحے وہ کرنٹ کھا کر سیدھا ہوا۔ "زاریہ؟! زاریہ سلطان!"

وہ تیزی سے اٹھا اور کمرے کے کونے میں پڑے لاکر کی طرف گیا۔ ہاتھ بڑھا کر اسے کھولا۔ پچھلے چند لمحوں والا کمپوزڈ اور ٹھنڈا تاثر اس کے چہرے سے عنقاں ہو چکا تھا۔ ماتھے پہ بل لیے وہ ایک چھوٹے سے کرتون میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ بالآخر اس کی تلاش ختم ہوئی۔

Clubb of Quality Content

اس نے ایک تہہ شدہ اخبار باہر نکالا، کرتون واپس رکھا۔اور جلدی سے اخبار کی تہیں کھولیں
۔

وہاں ایک تصویر تھی۔ایک لڑکی کی وہ کسی پینتالیس سالہ مرد کے ساتھ کھڑی تھی۔ان سے تھوڑے فاصلے پہ ایک لڑکا تھا جو لڑکی کی عمر کا ہی تھا اور اسکا ہمشکل بھی۔دایان نے اس لڑکی کا چہرا دیکھا۔پھر دروازے کی طرف دیکھا، تصویر میں چہرا اتنا واضح نہیں تھا۔پھر اسنے تصویر کے نیچے کے نام پڑھے۔اس کی پیشانی سے بل غائب ہوئے۔

"تو یہ تھی زاریہ سلطان، سلطان ابراہیم کی بیٹی!!"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

....

اس کی گاڑی لاہور کی سڑکوں پر چل رہی تھی۔اور اب ایک سنسان سڑک پر آکر رکی۔پھر اس نے ایک طرف اپنی گاڑی پارک کی۔

آگے اسے پیدل جانا تھا۔سیدھے کالے بال کھلے چھوڑنے کے باعث آبشار کی طرح بہتے ہوئے کندھوں سے ذرا نیچے تک آرہے تھے۔وہ سر پر دوپٹہ درست کرتے ہوئے چلنے

لگی۔اس نے ایک بڑا سا لوہے کا گیٹ پار کیا۔ تھوڑا سا چل کر وہ آگے آئی اور سامنے اپنے مما بابا کو دیکھ کر آزردگی سے مسکرائی۔

وہ ان کے پاس دوزانوں ہو کر آہستگی سے بیٹھ گئ۔اسے ان سے بہت سی باتیں کرنی تھیں

۔

وہ جس درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔اس پہ بیٹھے پرندے نے اپنے ہاتھ میں موجود کیڑے کو چونچ میں لیتے ہوئے اسکی گفتگو سنی۔

"بابا! ماما! سب کچھ پہلے جیسا نہیں ہو پا رہا۔"اس نے سر جھکا کر اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھا۔پرندے کے منہ سے کیڑا چھوٹ گیا۔وہ گردن جھکا کر نیچے دیکھنے لگا۔

"کچھ بہتر بھی نہیں ہو رہا۔لیکن میں کوشش کر رہی ہوں۔"اس نے اپنا سر اٹھایا۔ایک آنسوں آنکھ کے کنارے پر آکے ٹھہر گیا۔

"میں روحان کو کراچی لے کر جا رہی ہوں۔میری دوست نے بہت اچھے ڈاکٹر کے بارے میں بتایا ہے۔مجھے بہت امید ہے کہ وہ ضرور روحان کی مدد کریں گے۔ان شاءاللہ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔وہ ضرور ٹھیک ہو گا۔"وہ رکی اور زکام زدہ سانس اندر کھینچی۔

دوسری طرف بلکل خاموشی تھی۔اس نے انتہائی عقیدت سے اپنے بابا کی قبر کی گیلی مٹی پر ہاتھ پھیرا۔شاید وہ مٹی کل کی بارش کی وجہ سے بھیگ گئ تھی۔

اس کے ہاتھ پر مٹی لگ گئی تھی لیکن دل پر لگی ساری مٹی دھل گئی تھی۔ پھر اس نے ان کی قبر کے ساتھ ہی اپنی ماں کی قبر کو دیکھا۔

والدین زندہ ہوں یا مردہ اولاد کے لیے ہمیشہ ٹھنڈی چھاؤں رہتے ہیں۔اس نے دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھا دیے۔ تھوڑی دیر بعد وہ گاڑی میں بیٹھی ہی تھی کہ اسکا فون بجا۔

"کیا میں زاریہ سلطان سے بات کر رہی ہوں؟"

"جی، کہیے"۔

"آپ کی طرف سے اپائنٹمنٹ لی گئی ہے۔ڈاکٹر حامد عثمان سے چیک اپ کے سلسلے میں؟"

"جی، میرے بھائی ہیں روحان سلطان-ان کا چیک اپ کروانا ہے۔"وہ ایک دم سیدھی ہوئی۔

"اوکے، آپ بدھ کے دن 11:00 بجے چیک اپ کے لیے آسکتی ہیں۔"

ملاقات کی دوسری ڈیٹیلز ڈسکس کر کے اس نے فون بند کر دیا۔گاڑی سٹارٹ کی۔اسے اب گھر جانا تھا۔کچھ دیر بعد وہ اپنے گھر کا دروازہ کھول رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ایک چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں اپنے بھائی کے ساتھ رہ رہی تھی۔اپارٹمنٹ چھوٹا مگر پر تعیش تھا۔دروازہ کھولتے ہی ایک بڑا ساٹی وی لاؤنج نظر آتا تھا جس کے ایک کونے میں کچن کا دروازہ تھا۔لاؤنج کے وسط صوفے رکھے ہوئے تھے۔صوفوں کی سامنے والی دیوار پہ ٹی وی، لگا تھا۔لاؤنج کے اینڈ پہ سفید پردوں سے آراستہ بڑی سی کھڑکی تھی۔اور کھڑکی کے پاس ایک لکڑی کا ٹیبل اور اسکے ساتھ کی دو کرسیاں، کچن کے دروازے کے دائیں طرف ایک چھوٹی سی راہداری آگے دو کمروں کو جاتی تھی۔

اس نے ایک کمرے کا دروازا کھولا۔

"روحان۔"انتہائی شفقت سے پکار کر وہ بیڈ کے پاس آئی۔اسکی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں سو وہ جاگ رہا تھا۔زاریہ نے اس کے سر کے نیچے سے تکیے نکالے اور بیڈ کراؤان کے ساتھ لگائے۔

پھر اسے اٹھا کر اس کی ٹیک لگوائی۔اور بستر پر اس کے پاس بیٹھ گئ۔وہ سامنے خلا میں گھور رہا تھا۔اس کی آنکھیں بلکل زاریہ کی آنکھوں جیسی تھیں۔اس کے نین نقش بھی اپنی جڑوا بہن جیسے ہی تھے۔اسکی شیو ہلکی سی بڑھی ہوئی تھی۔

زاریہ اسے انتہائی محبت سے دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں روحان کے لیے سب کچھ تھا، شفقت، ترحم، امید۔

دوسری طرف روحان کی آنکھوں میں اس کے لیے کوئی جذبہ نا تھا۔ وہ تو شاید زاریہ کو پہچانتا بھی نہیں تھا۔ یہ خیال اسے دہلا دیتا تھا۔ اس نے روحان کے بے جان ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"تم ٹھیک ہو جاؤ گے روحان۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ پھر ہم دونوں اس گھر میں واپس چلے جائیں گے۔ جہاں ہم سب اکھٹے رہتے تھے۔ جہاں ہم خوش رہتے تھے۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئ۔ کتنا مشکل ہوتا ہے اپنے کسی پیارے کو اس حالت میں دیکھنا۔ کتنا مشکل ہوتا ہے کسی ایسی آفت کا سامنا کرنا جس کا گمان بھی نا ہو۔

ایک ایسے ہی آفت نے آٹھ ماہ پہلے زاریہ سلطان کی زندگی کی کایا پلٹ دی تھی۔ اس کی زندگی میں ایک ایسی سرد اور تاریک رات آئی تھی۔ جس نے اس کے روشن دنوں کو بھی تاریک کر دیا تھا۔

روحان سلطان کی یہ حالت بھی اسی رات کا تحفہ تھی۔ اب وہ اپنے آپ کو اور اپنے بھائی کو دوبارہ زندگی کی طرف لانا چاہتی تھی۔ اسے بہت کچھ کرنا تھا۔ بہت کچھ!

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسنے روحان کو واپس لٹا دیا۔ مغرب کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ نماز پڑھنے کے بعد وہ اسے رات کی دوائیاں دے گی۔ وہ گلے سے دوپٹہ ڈھیلہ کرتے ہوئے واشروم کی طرف بڑھ گئ۔

....

کچھ دن بعد وہ اس وقت کراچی کے ہسپتال میں ایک کمرے کے باہر بیٹھی تھی۔روحان اس کے سامنے ویل چیئر پہ بیٹھا خلا میں گھور رہا تھا۔اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی۔

اسنے اپنی گردن کے پیچھے ہاتھ رکھا۔اسے درد ہو رہا تھا۔وہ تھک گئی تھی۔کتنے گھنٹے ہو گئے تھے اسے ایک کے بعد ایک ٹیسٹ کراتے۔

روحان کی پرانی فائل اسنے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔نئی فائل اندر ڈاکٹر کے پاس تھی۔وہ ابھی بلائے گا تو وہ دونوں اندر جائیں گے۔چند منٹ کے بعد ان دونوں کا بلاوا آگیا۔

وہ کراچی کے بہترین نیورولوجسٹ کے سامنے بیٹھی تھی۔روحان کی ویل چیئر ذرا فاصلے پر تھی۔ڈاکٹر حامد سنجیدہ چہرے پر چشمہ لگائے ایک فائل پر جھکے ہوئے تھے۔

"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ روحان کی اس فائل اور پچھلی فائل میں اتنا فرق کیوں ہے۔"فائل بند کرتے ہوئے نے سر اٹھا کر زاریہ کو دیکھا۔

"میں کچھ سمجھی نہیں۔" وہ تشویش سے انہیں دیکھنے لگی۔

"دراصل یہ جو فائل میرے سامنے پڑی ہے اس کے مطابق آپ کے بھائی کی NCS اور NCV(دماغ کے خلیوں کی حرکت اوران کی جسم تک پیغامات پہنچانے کی رفتار کو جانچنے کے لیے کیے جانے والے ٹیسٹ)رپورٹس بلکل۔۔۔" اچانک ان کا فون بجنے لگا۔ وہ فون پکڑتے ہوئے ایکسکیوزمی کہتے اٹھے اور کمرے سے باہر چلے گئے۔

زاریہ نے گردن موڑ کے انہیں جاتے دیکھا۔پانچ منٹ ان کے انتظار میں بیٹھی رہی۔ رپورٹس بلکل کیا؟ وہ یہی سوچ رہی تھی کہ دروازہ کھلا اور ڈاکٹر حامد اندر چلتے ہوئے آئے۔

وہ کچھ بوکھلائے ہوئے تھے۔چہرے کا رنگ بھی بدلا ہوا تھا۔وہ اسی حالت میں اپنی کرسی پہ آکر بیٹھے۔زاریہ ان کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔ لیکن جب وہ کافی دیر تک خاموش رہے تو اس نے انہیں مخاطب کیا۔

"آپ روحان کی رپورٹس کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟" اسنے انکے ہاتھوں کو دیکھا ۔وہ ہلکے ہلکے کپکپا رہے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کی آواز سن کہ وہ چونک گئے "جج۔۔۔جی وہ ان کی رپورٹس میں کچھ خرابی ہے میں پھر بھی انہیں کسی ساتھی ڈاکٹر سے ڈسکس کرنا چاہوں گا۔ویسے ان کے دماغی خلیوں کا بحال ہونا کسی معجزے سے کم نہیں۔"انہوں نے وہی جملہ دہرایا جو وہ کئی بار سن چکی تھی۔

اسکے ابرو استعجاب سے اکھٹے ہوئے۔اس نے غور سے ڈاکٹر حامد کے چہرے کو دیکھا جو بمشکل اپنا اعتماد بحال رکھے ہوئے تھے۔

"میں اسکی فائل دیکھنا چاہتی ہوں۔"اس ڈاکٹر پر یقین کرنا مشکل تھا۔

"جج۔۔۔جی جی بلکل آپ کو فائل دو تین دن تک اُن لائن پہنچادی جائے گی۔"وہ اس کے سوال پر بدقت سنبھل کر بولے۔

"آن لائن کیوں؟"اسے کچھ کھٹک رہا تھا۔

"میں کہہ چکا ہوں کے اس میں کچھ خرابی ہے۔وہ دیکھ لوں میں ایک بار اور پھر میں آپ سے دوبارہ ڈسکس کروں گا۔"اپنی بڑے ڈاکٹروں والے ٹھاٹھ کو برقرار رکھنے کی کوشش میں وہ بولے۔

"جیسے اپ کی مرضی۔"وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔مزید بحث کرنا بے سود تھا۔اس نے روحان کی ویل چیئر کو پیچھے سے پکڑا اور اسے دھکیلنا شروع ہو گئی۔

"مس زاریہ۔"انہوں نے پیچھے سے آواز دی۔وہ جاتے جاتے مڑی۔

کچھ دیر کے توقف کے بعد وہ بولے "آپ کو اپنا بھی خیال رکھنا چاہیے۔" ان کا لہجہ اب کافی حد تک ہموار تھا۔

زاریہ کچھ لمحے انہیں دیکھتی رہی۔ اسے لگا وہ کچھ اور کہنا چاہتے تھے مگر انہوں نے ارادہ بدل لیا۔ وہ ان کے جملے کے جواب میں مسکرا بھی نہ سکی اور ویل چیئر دھکیلتے ہوئے کمرے سے باہر چلی گئی۔

اس کے جانے کے فوراً بعد ڈاکٹر حامد نے فون اٹھا کر ایک نمبر ملایا۔

"میں نے ویسا ہی کیا ہے جیسا تم نے کہا تھا۔ اب تم بھی وہی کرو جو میں کہوں گا۔ تم دوبارہ میری فیملی کو کسی بھی قسم کا نقصان نہیں پہنچاؤ گے!!"

دوسری طرف سے کال کاٹ دی گئی۔

اپنا ماتھا مسلتے ہوئے انہوں نے جلدی سے ایک دوسرا نمبر ملایا۔ دوسری طرف چند ہدایات دیں۔ اور پھر فون کان سے ہٹا کر ایک اور نمبر ملایا۔

انہیں اپنے آٹھ سالہ اکلوتے بیٹے کی سکول سے بخیریت گھر واپسی کو یقینی بنانا تھا۔ دو تین کالز یوں ہی کرنے کے بعد انہوں نے فون میز پہ پھینکا اور اور اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا دیا۔

Clubb of Quality Content

وہ ایک اثرورسوخ والے ڈاکٹر تھے۔ لیکن آج جو اس پیشنٹ کی وجہ سے ان کے پیچھے پڑھ گیا تھا وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

وہ ابھی بھی باہر کھڑی دروازے کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کے دروازے کے ساتھ لگایا۔ اسکا جبڑا بھینچ گیا۔ ایک لمبی سانس اندر کھینچی۔ "جھوٹا!" سامنے کھڑی نرس بڑے غور سے اس کی حرکات دیکھ رہی تھی۔ بہت سے لوگ اس دروازے سے نکلنے کے بعد یوں کھڑے ہو کر بد دعائیں دیا کرتے تھے لیکن ایسا رد عمل اس کے لیا نیا تھا۔

زاریہ کی مٹھی ہنوز دروازے کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ کسی کی نظریں خود پہ محسوس کرتے ہوئے اس نے گردن موڑی۔ سامنے کھڑی نرس اس کے یوں دیکھنے پر گڑبڑا کے سیدھی ہوئی۔ اس کی آنکھوں کا تاثر ہی ایسا تھا۔ زاریہ نے اپنی مٹھی ہٹا دی۔ اور روحان کی ویل چیئر کو دھکا دیتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

....

بادل زار و قطار آنسو بہاتے نظر آرہے تھے۔ یہ آنسو زمین میں جذب ہو کر اپنی خوشبو پیدا کر رہے تھے۔ یہ خوشبو اُڑتی ہوئی ایک خوبصورت کاٹیج کی کھڑکی سے اندر داخل ہو رہی تھی۔ اندر ایک شخص کھڑکی کے قریب کچن کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کافی کا مکسچر پھینٹ رہا تھا۔ ساتھ ہی کاؤنٹر پر اسکا فون رکھا تھا۔ وہ کسی سے بات کرنے میں مصروف تھا۔ اس کا چمچ ہلاتا ہوا ہاتھ تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ وہ سر جھٹک کر مسکرایا۔ پھر وہ سیدھا ہوا اور چلتا ہوا فریج کی طرف آیا۔

"وہ اگر یہاں آرہا ہے تو میں کہاں جاؤں گا؟" فریج کا دروازہ کھولا اور دودھ کا ڈبہ باہر نکالا اور سٹوو کی طرف آیا۔ دوسری طرف سے کچھ سن کے افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔

"میں اس کو سمجھا سمجھا کر تھک چکا ہوں۔" ساتھ ہی کیتلی اٹھا کے ڈیجیٹل سٹوو پہ رکھی اور دودھ اس میں انڈیلا۔

"میں نے اس کو کئی بار کہا ہے کہ کچھ اور نہیں تو بزنس کو ہی دیکھلے۔ میں کب تک بار بار پریکٹس چھوڑ کر لندن جاؤں گا۔" پھر دوسری طرف کی بات سن کر سر ہلایا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں آغا جان۔ آنے دیں اس کو میں دیکھ لوں گا۔" کیتلی اٹھائی اور مگ میں دودھ ڈالا۔ پھر مکسچر ڈال کے چمچ ہلانے لگا۔

"آپ بھی خیال رکھیے گا۔"

Clubb of Quality Content

کافی کا بھاپ اڑاتا مگ لیے کھڑکی کے سامنے آیا۔اور کرسی کھینچ کے بیٹھ گیا۔کانوں سے ایر پوڈز نکالے اور ساتھ پڑی میز پر رکھ دیے۔

پھر پیر لمبے کر کے سامنے پڑے سٹول پہ رکھے۔کافی کا گھونٹ بھرا۔پھیکی کافی حلق میں اتر گئی۔اس نے گردن موڑ کے کچن کاؤنٹر پر پڑے چینی کے ڈبے کو دیکھا۔(اونہوں،رہنے دو). گردن واپس کھڑکی کی طرف موڑی۔

اگلے ہی لمحے بوکھلا کے سیدھا ہوا۔مگ ہاتھ سے گرتے گرتے بچا۔وہ کھڑکی کی ریلنگ پر دونوں ہاتھ رکھے اندر جھانک رہی تھی۔چشمے کے پیچھے مقید آنکھوں سے اس کے مگ کو دیکھا۔

"کھڑکیاں بند رکھا کریں دایان بھائی،آپ اکیلے رہتے ہیں۔"وہ مسکرائی۔

"تمہارے علاوہ میری کھڑکیوں سے یوں کوئی نہیں جھانکتا مہر۔"وہ واپس ٹیک لگا کر بیٹھا

۔

"امی نے بھیجا ہے۔پوچھ رہی ہیں کہ آپ ٹنڈے کھائیں گے؟"اس نے اپنا چشمہ سیدھا کیا۔وہ سیدھے سادھے نین نقوش والی لڑکی تھی۔میک اپ سے بے زار چہرا،براؤن بالوں کو گول مول باندھے۔وہ اکثر اسی حلیے میں پائی جاتی تھی۔

"پھوپھو کو کہنا کہ بہت شکریہ۔میں کھانا کھا چکا ہوں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"کیا کھایا آپ نے؟" وہ تجسس سے آگے ہوئی۔

"میں نے کورٹ کے کیفے سے ہی سینڈوچ کھالیا تھا۔" اس نے کافی کا خالی مگ ٹیبل پہ رکھا۔

وہ مایوس ہو کر پیچھے ہوئی۔" کبھی کچھ گھر پہ بھی بنالیا کریں۔" سر جھٹکتے ہوئے مڑ گئی۔ اسے ٹنڈے ہی کھانے پڑیں گے۔

وہ ساتھ والے گھر میں چلی گئی تو دایان نے کھڑکی بند کر دی۔ خالی مگ سنک میں رکھا اور اپنے کمرے کی طرف گیا۔ سادھے سے بلیک فرنیچر والا کمرہ۔ اس نے الماری کے پٹ کھول کر چند لمحیں اپنے لٹکے ہوئے کوٹس کو دیکھا۔ ایک ایش گرے رنگ کا کوٹ نکال لیا۔ (یہ ٹھیک رہے گا)۔

کوٹ بیڈ پہ رکھتے ہوئے وہ تولیا پکڑتا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ اسے آج رات دعوت پہ جانا تھا۔

....

Clubb of Quality Content

وہ قد آدم آئینے کے سامنے کھڑی کانوں میں نیلے ٹاپس پہن رہی تھی۔ٹاپس پہننے کے بعد اس نے اپنے عکس کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔لمبا نیلے رنگ کا، بالون سلیوز والا وہ فراک اسے بہت جچ رہا تھا۔

اس نے ملٹی کلر کا دوپٹہ کندھے پہ سیٹ کیا۔کالے بال مانگ نکال کر کھلے چھوڑے ہوے تھے۔ہلکے میک اپ کے ساتھ وہ ہمیشہ کی طرح لگ رہی تھی۔سادہ اور شاندار۔

وہ مڑی اور سائڈ ٹیبل پہ پڑا کلچ اور موبائل اٹھایا۔پھر دراز کھولا، گاڑی کی چابی نکالی۔اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

جاتے جاتے وہ مڑی اور دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا۔وہ بستر پر آنکھیں موندے سو رہا تھا۔اس نے کمرے کی کھڑکیاں چیک کیں وہ بند تھیں (گڈ)۔روحان کو وہ ڈوز بھی دے چکی تھی۔اب وہ پانچ گھنٹے لگاتار سوئے گا۔داؤد آج نہیں آیا تھا۔اسے اکثر گھر سے باہر رہنا پڑھتا تھا اس لیے روحان کے لیے اس نے ایک میل نرس کا بندوبست کیا تھا۔

وہ سیدھا سادھا لڑکا روحان کا بہت اچھے سے خیال رکھتا تھا۔

وہ اس سے تین دن کا کہہ کر کراچی گئی تھی۔لیکن وہ تین دن پورے ہونے سے پہلے ہی واپس آچکی تھی۔اور داؤد اسکا فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ قاسم صاحب کی دعوت پر نہیں جانا چاہتی تھی۔ لیکن مس مارٹن نے کہا کہ وہ روحان کو دیکھ لیں تو تب جا کر اسے تھوڑی تسلی ہوئی۔ مس مارٹن ڈینیل ان کے ساتھ والے اپارٹمنٹ میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی تھیں۔

وہ اپنے اپارٹمنٹ کے دروازے سے نکلی اور ساتھ والے دروازے کی بیل بجائی۔ دروازہ کھلا اور ایک پینتالیس سالہ فربہ خاتون نمودار ہوئیں۔ ہمیشہ کی طرح بیگی ٹرؤزر اور شرٹ میں ملبوس، گرے باب کٹ بالوں کو اچھی طرح سے سیٹ کیے، گلے میں چمکدار صلیب لٹکائے، وہ اسے دیکھ کر مسکرائیں۔

"زاریہ ڈئیر جا رہی ہو؟" نرمی سے پوچھا۔

"جی بس نکل رہی ہوں۔" ساتھ ہی اس نے چابی ان کی طرف بڑھائی۔ "آپ کو پریشانی ہو گی۔" وہ ذرا شرمندگی سے مسکرائی۔

"ارے مشکل کیسی۔" انہوں نے اپنا ہاتھ جلایا۔ "ڈینیل بھی گھر پہ نہیں ہیں۔ میں تو بلکل فری ہوں۔ تم پریشان مت ہو، آرام سے جاؤ۔" انہوں نے زاریہ کا گال تھپتھپایا۔

"شکریہ۔" وہ مسکرائی۔

پانچ منٹ بعد وہ اپارٹمنٹ سے پارکنگ لاٹ کا سفر طے کر کے گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ موبائل کھول کے ہوٹل کا نام دیکھا۔

اسے اس ہوٹل کی لوکیشن از بر تھی۔ بابا اپنے ائیول ڈنر زادھر ہی منعقد کیا کرتے تھے ۔اور وہ دونوں بہن بھائی ساتھ جایا کرتے تھے۔ لیکن پچھلے سال صرف وہی گئی تھی بابا کے ساتھ۔اسے اس بات کے ساتھ اور بھی بہت کچھ یاد آیا۔اس نے ایک لمبی سانس لی اور گاڑی سٹارٹ کی، گارڈ نے اسے دیکھ کر دروازہ کھول دیا۔

مس مارٹن نے روحان کے کمرے کی کھڑکی سے دیکھا۔اسکی گاڑی دور جا رہی تھی۔

....

ناولز کلب
Club of Quality Content

پی سی ہوٹل کو ایک شاندار تقریب کے لیے سجایا گیا تھا۔لاہور ہائی کورٹ کے بہت ہی ایماندار جج قاسم خان کی الوداعی تقریب۔سب کو لگتا تو یہی تھا کہ وہ انتہائی ایماندار ہیں۔ لیکن اس تقریب کے انتظامات دیکھ کر کوئی بے وقوف بھی بتا سکتا تھا کہ حلال کا پیسہ اس طرح کسی الوداعی تقریب پر نہیں بہایا جا سکتا۔

قاسم صاحب ہال میں ایک طرف سجائے گئے سٹیج پر مائک کے پیچھے کھڑے تھے۔وہ مائک کے سامنے ہاتھ ہلا ہلا کے بڑے خوش گوار انداز میں اپنی الوداعی تقریر کر رہے تھے۔وہ

سب نیچے ہاتھوں میں مختلف ڈرنکس پکڑے کھڑے مسکرا کے انہیں سن رہے تھے۔اپنی ایمانداری کے قصے، سٹرگلز اور پتہ نہیں کیا کیا۔

دایان ایک کونے میں سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑا تھا۔ایش گرے پینٹ کوٹ پہنے، وہ اپنے ہاتھوں میں پکڑا کاکٹیل جوس پیتے ہوئے سب کو دیکھ رہا تھا۔

کوئی چہرہ اس کے لیے نیا نہیں تھا۔البتہ تقریباً سبھی چہرے اجنبی ضرور تھے۔دو مہینے ہوئے تھے اسے اسلام آباد سے یہاں آئے ہوئے اور اس نے کسی کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی کوشش نہیں کی تھی سوائے حمزہ عباس کے۔

اور وہ اسے اس وقت کہیں بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

قاسم صاحب اپنی تقریر ختم کر چکے تھے۔وہ انہیں سٹیج سے نیچے اترتے ہوئے دیکھ رہا تھا کہ۔اس کی نظر زاریہ پہ پڑی۔وہ چند دوسرے وکلاء کے ساتھ کھڑی مسکرا کر کسی کی بات کا جواب دے رہی تھی اس نے سنا تھا کہ وہ کراچی گئی ہوئی تھی۔سو وہ اسکی آمد کی توقع نہیں کر رہا تھا۔دفعتاً کوئی اس کے کان کے قریب کنکھارا۔اس نے بنا چونکے نظریں موڑ کے دیکھا۔

فیروز ملک کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"ہیلو، نیومیٹ۔" پھر اس نے دایان کی نظروں کا تعاقب کیا۔زاریہ کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔

اسی دوران زاریہ نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔فیروز نے ہاتھ ہلایا۔وہ سر کے خم سے سلام کا جواب دیتی مڑ گئی۔

"بچ کے رہنا اس سے"۔اس نے دایان کی طرف چہرا موڑا۔اور اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

دایان نے ایک جانچتی نگاہ اس پہ ڈالی۔وہ معمولی سی شکل و صورت والا آدمی تھا جو کہ کافی تراش خراش کے بعد بھی معمولی ہی لگ رہا تھا۔

"وجہ؟"دایان نے بھی اس کی طرف چہرا موڑا۔

"تم نے کبھی کورٹ میں cunning fox کے بارے میں نہیں سنا؟نہیں سنا تو اسکو دیکھ لو وہ رہی۔"وہ آنکھوں سے زاریہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

دایان نے ایک آبرو اٹھایا۔

cunning fox"کے بارے میں تو نہیں سنا۔البتہ یہ ضرور سنا ہے کہ تم نے اس کے خلاف کل پانچ کیس لڑے ہیں۔"اس نے کاکٹیل کا سپ لیا۔"اور ان میں سے چار وہ جیت گئی۔"

فیروز نے ہنستے ہوئے اپنا سر پیچھے پھینکا۔"اور پانچواں تم جیت گئے۔"

دایان نے اپنے سر کو خم دے کر تصدیق کی۔فیروز محظوظ سا سر جھٹکتے ہوئے زاریہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"حادثات انسان کو چلاک بنادیتے ہیں۔اب جس کے گھر کے دو افراد کا قتل ہوا ہو،اور ایک فرد مردوں کی سی زندگی بسر کر رہا ہو،وہ انسان ایسا تو ہوگا ہی۔"

"کیا مطلب؟"دایان نے اس کی طرف دیکھا۔وہ کچھ حیران ہوا۔

"میں نے زیادہ نہیں سنا۔بس اتنا پتہ ہے کہ آٹھ ماہ پہلے اس کے ماں باپ قتل کر دیے گئے اور اس کا بھائی سر پر گہری چوٹ لگنے کی وجہ سے دماغی طور پر معزور ہو گیا۔اب تک یہ صرف اپنے بھائی کے علاج کی طرف توجہ دے رہی تھی۔لیکن میں نے سنا ہے کہ اب وہ اپنے ماں باپ کے قاتلوں کے پیچھے ہے۔"آخری جملہ اس نے سر گوشی کی صورت میں اس کے کان کے قریب کہا۔اور پھر ایک طرف سے نکل کے چلا گیا۔

دایان نے اپنا سر جھٹکا۔اسے یقین تھا کہ فیروز ملک سفارش کی پرچیاں کٹوا کٹوا کر یہاں پہنچا ہے۔

چند لمحوں بعد حمزہ اور زاریہ باتیں کرتے اسطرف آرہے تھے۔وہ سانولی رنگت اور کالے گھنگریالے بالوں والا ایک خوش شکل نوجوان تھا۔اسکی مسکراہٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کی شخصیت کا خاصا تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حمزہ کی نظر اس پہ پڑی تو وہ مسکراتا ہوا اسکی طرف آیا۔زاریہ فون پہ میسج کرتی اسکے ساتھ آئی۔

"کب سے دیکھ رہا ہوں۔ادھر ہی کھڑے ہو۔گلو تو نہیں لگی یہاں پہ۔" وہ اپنے جوتے اٹھا کر دیکھتا کہہ رہا تھا۔

دایان نے نظریں چھوٹی کر کے زاریہ کو دیکھا۔کیا وہ جانتی تھی کہ ؟

زاریہ نے موبائل بند کر کے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"زاریہ پہچان لیا نا تم نے اسے ؟" حمزہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

زاریہ نے رسمی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔

"میں آ رہی تھی آپ سے علیزے انصر کیس کے بارے میں پوچھنے۔کیا بنا؟"

"ایکسکیوز می۔میں ایک منٹ آتا ہوں۔" حمزہ مسکرا کر کہتا قاسم صاحب کی طرف چل گیا ۔وہ اسے بلا رہے تھے۔

"کیس اپنی پراسیڈنگز میں ہے۔تین چار پیشیاں مزید لگیں گی۔" ایک ویٹر ٹرے لے کر جا رہا تھا تو اسنے اپنا خالی گلاس اس میں رکھ دیا۔

"گڈ۔"

"آپ واپس لینا چاہتی ہیں کیس ؟" وہ پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتا ہوا بولا۔

زاریہ نے چند لمحیں اسے دیکھا۔وہ اسکے پوچھنے کا برا مان گیا تھا شاید۔

"نہیں، آپ ہی مکمل کریں اس کیس کو۔یہ آپ کا حق ہے۔" وہ ہلکا سا مسکرائی۔(کہاں گیا تھا یہ حمزہ؟)

"میں چلتی ہوں۔" کہتے ہوئے وہ مڑی۔

"آپ کے والد کا افسوس ہوا مجھے۔"

زاریہ کے قدم تھمے، چہرے کے تاثرات بدلے، اسنے مڑ کے دیکھا۔

"تعزیت کے لیے نہ تو جگہ مناسب اور نہ ہی وقت۔البتہ آپ کے احساسات کا بہت شکریہ۔" وہ واپس مڑ گئی۔

دایان یونہی کھڑا رہا۔وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے باپ کی وجہ سے چھبیس سال پہلے کیا ہوا تھا۔اسکے چہرے پہ کوئی آثار نہیں تھے۔

سب اب کھانے کے سیکشن کی طرف جا رہے تھے۔ڈنر ٹائم۔وہ بھی اس طرف چل پڑا۔ایک پلیٹ اٹھائی اور چاولوں کے سیکشن کی طرف آیا ہی تھا کہ اس کے کانوں میں آواز پڑی۔

"کہاں ہے وہ اب؟ کون۔۔۔ کونسا ہسپتال؟؟ مم۔۔۔ میں آ رہی ہوں۔"

اس نے مڑ کے دیکھا۔زاریہ اس کے سامنے حواس باختہ سی کھڑی تھی۔اس کے ہاتھ کی ہلکی سی کپکپاہٹ وہ دیکھ چکا تھا۔اسنے اپنی خالی پلیٹ سائڈ پہ رکھ دی۔

وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا جو اپنے فون کو کان سے لگائے کسی سے کچھ کہہ رہی تھی۔کیا اسے پوچھنا چاہیئے کہ کیا ہوا ہے؟مدد کی آفر کرنی چاہیئے؟

نہیں،اسے ضرورت نہیں ہو گی۔آگر ہو گی تو وہ خود مدد مانگ لے گی۔وہ انہیں سوچوں میں گم تھا کہ اسے کسی کی آواز آئی۔فیروز زاریہ کے سامنے کھڑا اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں ہاسپٹل۔"وہ اپنی جیب سے فون نکالتا ہوا بولا۔دایان وہیں سے واپس مڑ گیا۔

"نہیں ضرورت نہیں۔اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہوا۔"وہ جو حواس باختہ سی کھڑی تھی اسکی بات سن کر قدرے محتاط انداز میں بولی۔اور جلدی سے بوفے سیکشن سے نکلنے لگی۔

فیروز بھی مڑا اور زاریہ کے پیچھے چلنے لگا۔زاریہ بہت تیز قدم اٹھا رہی تھی۔سو اس کی رفتار سے ملنے کے لیے وہ تقریباً بھاگتا ہوا اس تک آیا۔

"زاریہ تم اکیلی کیسے جاؤ گی۔میں لے جاؤں گا۔"

زاریہ کے قدم تھمے۔وہ مڑی اور پیچھے آتے فیروز کو تندہی سے گھورا۔

ناولز کلب
Claims of Quality Content

"مجھے مدد کی ضرورت نہیں ہے فیروز۔" درشتی سے کہتی ہوئی واپس مڑ گئی اور تیز تیز قدم اٹھاتی حال سے باہر نکل گئی۔

پیچھے فیروز ہونٹ بھینچے یوں ہی کھڑا رہا۔ اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا خارجی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دور لوگوں میں کھڑا دایان آنکھیں چھوٹی کیے اسے کو جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

کوئی اس کے پاس آیا اور اس کی پلیٹ سے کباب کا ٹکڑا اٹھا کے اپنے منہ میں رکھا۔ دایان نے گردن موڑ کے دیکھا۔ حمزہ مزے سے اب کباب چبا رہا تھا۔ دایان نے اس کے ہاتھوں میں موجود پلیٹ کی طرف دیکھا۔ تقریباً ہر چیز اس کے اندر بھرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

"وہ میں کباب لینا بھول گیا تھا۔" مسکرا کہ کہتا وہ اپنے کھانے میں مصروف ہو گیا۔

"تم فیروز ملک کو جانتے ہو؟" دایان نے دروازے کی طرف پر سوچ انداز میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کون وہ پرچی؟" وہ چاولوں کا چمچ منہ میں رکھتے ہوئے بولا۔

"پرچی؟" دایان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ پرچی ہی ہے۔ باپ کی سفارشوں سے کورٹ پہنچا ہے۔"

"ہوں، باپ کیا کام کرتا ہے اسکا؟"

حمزہ نے چاولوں کا چمچ منہ میں رکھ کر تسلی سے چبایا۔دایان اسکے چہرے پہ وہ مختلف سی مسکراہٹ دیکھ سکتا تھا۔

"وہ زاریہ کی جائیداد کی رکھوالی کرتا ہے۔اسکے باپ کے بزنس کا موجودہ ہیڈ۔"

دایان کے لب اوہ میں سکڑے۔

حمزہ کا پلیٹ میں تیزی سے چلتا ہاتھ اچانک رکا اور اس نے سر اٹھا کے پلیٹ میں کانٹا ہلاتے دایان کو دیکھا۔

"ویسے جناب۔حیرت کی بات ہے کہ آپ کو اسکا نام آتا ہے۔"

"اس میں کیا حیرت؟"دایان نے کندھے آچکا ہے۔

"میرا نام پانچویں ملاقات میں پتہ چلا تھا آپکو۔وہ بھی میں نے جب خود بتایا تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔"دایان یوں ہی سنجیدگی سے اپنا کھانا کھاتا رہا۔

"کوئی بات نہیں۔"حمزہ بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ کھانے میں مصروف ہو گیا۔

....

لاہور کے عمر ہاسپٹل کے سامنے زاریہ سلطان نے اپنی گاڑی کو بریک لگائی اور فوراً دروازہ کھول کر باہر آئی۔ وہ اپنا کلچ اور فون سنبھالتی ہوئی ہسپتال کے اندر داخل ہوئی۔ سامنے کاؤنٹر پہ بیٹھی لڑکی سے جھک کے کچھ پوچھا اور سر ہلایا پھر کچھ سن کر دائیں راہداری کی طرف مڑ گئی۔ تھوڑی دور ہی اسے مس مارٹن ایک دروازے کے باہر کھڑی نظر آ گئیں۔ وہ پریشانی سے ان کی طرف بڑھی۔

"روحان ٹھیک ہے نا؟" پھولے ہوئے تنفس کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہے زاریہ۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ بس سر پہ ہلکی سی چوٹ آئی ہے۔" ان کے لہجے سے شرمندگی جھلک رہی تھی۔

"اسکو چوٹ کیسے آئی مس مارٹن؟" وہ سامنے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی جہاں دروازے کے پار روحان تھا۔

"میں، وہ بیٹا۔۔۔ میں بس یوں ہی گھر گئی تھی۔ مجھے لگا کے گیس اون رہ گئی ہے شاید بس وہی دیکھنے گئی تھی۔ اور جب میں واپس آئی تو روحان بیڈ سے نیچے گرا ہوا تھا۔"

زاریہ نے بس سر ہلا دیا۔ اسے جانا ہی نہیں چاہیے تھا روحان کو یوں چھوڑ کے۔ غلطی اسکی اپنی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کمرے سے ایک ڈاکٹر باہر نکلا تو تو وہ اس کی طرف بڑھ گئی۔ پیچھے مس مارٹن اپنی صلیب کو ہاتھوں میں جکڑے یوں ہی پریشان کھڑی رہیں۔ پھر وہ پیچھے مڑ کے سامنے ویٹنگ ائیریا کی طرف بڑھ گئیں۔

زاریہ اندر کمرے میں روحان کے پاس کھڑی نرس سے اس کے سر پہ لگنے والی چوٹ کے بارے میں پوچھ رہی تھی جب دروازے پہ دستک ہوئی۔اور پھر وہ دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا۔ فیروز پریشانی ظاہر کرتا ہوا روحان کی طرف بڑھا۔اسے دیکھ کر زاریہ کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔

"ان کی چوٹ زیادہ خطرناک تو نہیں؟" وہ اب نرس سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں بس تھوڑی گہری ہے اور۔۔۔" وہ نرس اب وہی رٹی رٹائی کہانی اسے سنا رہی تھی جو زاریہ پہلے سن چکی تھی۔ وہ سر ہلاتا اسے سن رہا تھا۔

جب کہ وہ یوں ہی ماتھے پہ بل لیے اسے دیکھتی رہی۔ وہ انکار کے باوجود آیا تھا۔اور یہ بات اسے مشتعل کر رہی تھی۔ نرس چلی گئی تو وہ زاریہ کی طرف مڑا۔

"میں نے تمہیں انکار کیا تھا۔" وہ سینے پہ بازو لپیٹے بولی۔

"اور میں نے انکار کو خاطر میں لانا ضروری نہیں سمجھا۔" وہ ڈھیٹھوں کی طرح بولا۔

"ہم فیملی ہیں زاریہ، ہم بچپن سے ساتھ رہے ہیں، ڈیڈ سلطان انکل کے بعد تمہارا کتنا خیال رکھتے ہیں پر تم۔۔۔"

"تم آئے تمہارا شکریہ آب جا سکتے ہو۔" وہ اسکی بات کاٹ کر بولی۔

اسنے افسوس سے اسے دیکھا۔ "ڈیڈ نے مجھے تمہارا خیال رکھنے کا کہا ہے۔"

"روحان کو ڈسٹرب مت کرو فیروز۔" اس نے لہجہ نرم رکھنے کی کوشش کی۔

"میں جا ہی رہا ہوں۔" وہ لمحے بھر کے لیے رکا۔

"فارمیسی، تمہیں اور کچھ چاہیے ہو تو مجھے بتا دینا۔" وہ ڈسکرپشن لہراتے ہوئے بولا۔

وہ کمرے سے چلا گیا۔ زاریہ نے اپنی آنکھیں بند کر کے لمبی سانس لی۔

(نہیں زاریہ، تم کسی کو اس وجہ سے تھپڑ نہیں مار سکتی کہ وہ بہت انوئینگ ہے، کنٹرول۔)

....

وہ ڈائنگ ٹیبل پہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سامنے اس کے ماں باپ تھے، اس کے ساتھ والی کرسی پہ روحان بیٹھا تھا، وہ ہاتھ میں چمچ پکڑے اس کو ہلاتا ہوا کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ سب اس کی باتوں پر ہنس رہے تھے۔ اس کے کان بہت سی آوازیں سن رہے تھے، قہقہوں کی آوازیں

،برتنوں کے ٹکرانے کی آوازیں،روحان کے مسلسل بولنے کی آوازیں۔یکایک اس کے سامنے کا منظر بدلا۔

وہ کھڑی تھی،اپنے قدموں کے نیچے ٹھنڈا فرش محسوس ہوتا تھا۔ماما بیڈ پہ لیٹی تھیں۔ان کے پیٹ سے خون نکل رہا تھا،ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن وہ سانس نہیں لے رہی تھیں۔

اس کی نظریں نیچے فرش تک گیئں،وہاں بابا سر کے بل گرے ہوئے تھے،سیدھا اسکی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے،بغیر پلک جھپکائے،ان کے گرد بھی خون پھیلا ہوا تھا۔وہ سانس نہیں لے رہے تھے۔

سانس تو وہ بھی نہیں لے رہی تھی،پلکیں تو وہ بھی نہیں جھپک رہی تھی۔

"یہ۔۔۔یہ کس نے کیا بابا؟!"اسکے لب ہلے۔

بابا نے بازو لمبا کر کے اشارہ کیا۔وہ اشارہ اسکی طرف تھا۔

اسکے قدم پیچھے کو ہٹے،سر نفی میں ہلا۔ان کا خون اسکی طرف بہنے لگا۔وہ پیچھے ہٹتی گئی،خون آگے بڑھتا گیا۔اسکے قدموں کو گرم خون بھگونے لگا۔

وہ اسکے ہاتھوں پہ نمودار ہونے لگا۔سامنے آئینہ اسے اسکا عکس دکھا رہا تھا،خون میں نہایا عکس۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

ہر جگہ خون تھا۔بس خون!!

پھر ایک اور منظر ابھرا۔کسی کے کراہنے کی آواز آرہی تھی۔وہ پیچھے ہٹی۔

بے یقینی سے اسے دیکھا۔وہ زمین پہ لیٹا کراہ رہا تھا۔

"روحان!!"ایک جھٹکے کے ساتھ وہ اٹھی۔

وہ اس کے سامنے لیٹا پر سکون سا سو رہا تھا۔اسے دیکھتے ہوئے جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ صوفے پہ بیٹھی بیٹھی ہی سو گئے تھی۔

وہ رات اس کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑتی تھی۔آج بھی وہ اس کے خوابوں میں گھات لگائے اس کا انتظار کرتی تھی۔

اس نے اپنی گردن کے پیچھے ہاتھ رکھا۔درد کی شدت سے آنکھیں میچیں۔اس کی گردن اور سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔وہ اٹھی اور روحان کے کمرے سے چلی آئی۔

کچھ دیر بعد وہ اپنے واشروم سے باہر نکلی۔اس کے چہرے سے وضو کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ڈریسنگ ٹیبل کی سائڈ سے سرخ رنگ کا جائے نماز اٹھایا۔

اس نے جائے نماز کا رنگ دیکھتے ہوئے جھرجھری لی۔مصلے پہ کھڑی ہوئی۔اور رفعدین کر کے سینے پہ ہاتھ باندھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آٹھ منٹ کے بعد اسنے سلام پھیرا تو اسکی نظر ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑے اس بکسے پہ پڑی۔

آٹھ ماہ پہلے تک اسکے ڈریسنگ ٹیبل پہ مختلف چیزیں موجود ہوتی تھیں۔

میک اپ، سکن کیئر، ہئیر اپلائینسز، جیولری باکسز اور پتہ نہیں کیا کیا۔ زندگی بدل گئی اور استعمال کی چیزیں بھی، اب ان سب کی جگہ اینٹی ڈیپریسنٹس نے لے لی تھی۔

اس نے واپس جائے نماز کی طرف نظریں موڑ لیں۔ صرف تین دن، تین دن اسنے یہ دوا لینا چھوڑی تھی۔ اور وہ منظر نظر آنے لگا تھا۔ اگر اسنے مزید ناغہ کیا تو پھر سے سیشنز لینے پڑیں گے، پھر سے کورٹ سے بریک لینے پڑے گی۔

پھر سے سب ملتوی کرنا پڑے گا جو کرنے کے لیے اسنے خود کو سنبھال رکھا تھا۔

اس نے جائے نماز فولڈ کیا۔ چہرے کے گرد سے دوپٹہ ڈھیلا کرتی ہوئی باکس تک آئی۔ اور اسے کھول کر گولی اپنے ہاتھ میں نکالی۔ پھر اسے پھانکا۔ ساتھ پڑی پانی کی بوتل کھول کر لبوں سے لگائی اور اسے نگلا۔ لائٹ آف کی اور نائٹ لیمپ جلا کر بستر پہ لیٹ گئی۔ ذہن میں وہی خیال آیا جو ہر بار دوا کھانے کے بعد آتا تھا۔

کیا اسکی نماز قبول نہیں ہوتی؟ کیا اسکا ایمان کمزور ہے؟ وہ کیوں ریکور نہیں کر پاتی؟ جب وہ قرآن پڑھتی ہے، نمازیں پڑھتی ہے، کبھی آنکھ کھلے تو تہجد بھی پڑھ لیتی ہے، تو پھر کیوں سکون لینے کے لیے اسے یہ گولیاں پھانکنی پڑتی ہیں؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسکی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ سر بھاری ہونے لگا۔دوائیاں اثر کر رہی تھیں۔اسنے لیمپ آف کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

کچھ دیر بعد اسکا ہاتھ بے سدھ سا سائڈ ٹیبل پہ لیمپ کے سوئچ کے قریب پڑا تھا۔اور لیمپ کی نارنجی سی روشنی اسکے چہرے پہ پڑھ رہی تھی۔

....

رات تین بجے کا وقت تھا جب ڈور بیل بجنے کی وجہ سے اس کی آنک کھلی۔وہ آنکھیں ملتا ہوا دروازے کی طرف آیا۔بیل مسلسل بج رہی تھی۔دایان نے دروازہ کھولا۔سامنے ڈور سٹیپس پہ چھبیس سال کا لڑکا کھڑا تھا۔

ہیزل کلر کے بال اور فرنگی نین نقوش، مسکراتی ہوئی نیلی آنکھیں،اس کے حلیے میں بس ایک چیز قابل اعتراض تھی۔شاکنک پنک کلر کی ٹی شرٹ۔وہ اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ کے جھکا۔

"ڈیمی از ایٹ یور سروس سر۔" یہ کہہ کے وہ سیدھا ہوا۔

"گھر کی کسی چیز کو ہاتھ مت لگانا، چپ چاپ سو جانا۔" دایان واپس مڑتے ہوئے تھکے سے انداز میں بولا۔ دعوت کی وجہ سے بہت تھکاوٹ ہو رہی تھی۔

"کیا کوئی چھوٹے بھائی کا یوں ویلکم کرتا ہے۔ سو روڈ!!" وہ نادیدہ آنسوں صاف کرتے ہوئے اپنا بیگ اندر گھسیٹنے لگا۔

دایان اپنے کمرے میں جا رہا تھا جب اس کے کانوں میں ڈیمی کی بات پڑی۔ اس نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔ وہ اب ٹی وی لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھ کے اپنے جوتے اتار رہا تھا۔ نجانے کیوں اس کے ذہن میں زاریہ کے بھائی کا خیال آیا۔ پتہ نہیں کیا ہوا ہو گا اسے؟ وہ کندھے اچکاتا واپس اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

صبح سات بجے اس کی آنکھ کھلی۔ اسنے الارم کی طرف دیکھا۔ فجر کا الارم بجا نہیں تھا یا پھر اسکی نیند بہت گہری تھی۔

پونے گھنٹے کے بعد وہ اپنا بریف کیس پکڑے پوری طرح سے تیار اپنے کمرے سے نکلا۔ دروازہ کھولتے ہی وہ ٹھٹک کے رکا۔ اوپن کچن میں وہ ادھر ادھر گھوم رہا تھا۔ چولہے پہ کچھ رکھا ہوا تھا، شاید وہ انڈے فرائی کر رہا تھا۔

دایان نے اپنا سر جھٹکا۔

"کافی بنا دو۔" کہتا ہوا وہ لاؤنج کے صوفے کی طرف بڑھ گیا۔

"اتنا ہائی فائی کچن ہے، الیکٹریک سٹوو بھی ہے، بس کافی میکر نہیں ہے۔ بڑے کوئی عجیب قسم کے غریب ہیں آپ بھائی۔"

وہ ناک چڑھاتا کیبن سے کافی نکالنے لگا۔ دایان نے اسے نظرانداز کرتے ہوئے سائڈ ٹیبل پہ پڑا اخبار اپنے سامنے پھیلایا۔ "میں جب پچھلے سال آیا تھا تب میں نے سوچا کہ میں ایک کافی میکر رکھتا جاؤں پر۔۔"

"تمہارا آملیٹ جل رہا ہے۔" دایان نے اخبار کا صفحہ پلٹے ہوئے اطلاع دی۔

"اوہ، ربش!" وہ املیٹ پلیٹ میں نکالتے ہوئے بولا۔ سارے میں ہلکی ہلکی جلنے کی بو پھیل گئی۔

"ویسے کیا سوچا ہے تم نے آگے کا؟" جب وہ کافی لے کر آیا تو دایان نے اس سے پوچھا۔

"آگے کا؟" وہ حیران سا کہتا ہوا واپس کچن کی طرف مڑ گیا۔

"تم نے سیلفورڈ یونیورسٹی سے ڈگری لی ہوئی ہے۔ ایسے ہی تو تم فارغ نہیں بیٹھ سکتے۔"

پلیٹ میں کیچپ نکالتے ہوئے اسکے ہاتھ رکے۔ اسنے ہونٹ بھینچ کر سر جھٹکا۔

وہ جانتا تھا کہ وہ کیا سننے جا رہا ہے۔

"ڈیڈ کی باتیں مت ریپیٹ کیجیے گا۔" اس نے تنبیہہ کی۔

"میں نے کریمونولوجی اور فوریزک سائنسز میں ڈگری لی ہے۔اب یہ پڑھ کے تو میں ڈیڈ کا ٹیکسٹائل بزنس سنبھالنے سے رہا،اور اوپر سے وہ کہتے ہیں کہ میں ان کی کمپنی کی برانچ پاکستان میں کھولوں۔"

وہ اپنی پلیٹ تھامے کھڑکی کے پاس والی کرسی پہ بیٹھا۔

"اور ویسے بھی میں فارغ بیٹھنے کے لیے نہیں آیا پاکستان میں نے دو تین جگہ بات کی ہے۔"اسنے کہاں بات کی تھی وہ گول کر گیا تھا۔

دایان اپنی کافی پی کے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہم اس پر بات کریں گے۔تم کسی دن میرے ساتھ کورٹ چلنا۔"

وہ اسکی طرف پورا گھوما۔آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھا۔

"کیوں،پیون لگوانا ہے مجھے ادھر؟"

"تم لگنا چاہتے ہو تو کوئی ایشو نہیں ہو گا،میں بات کر سکتا ہوں تمہارے لیے۔"اسکا کندھا تھپک کر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

پیچھے وہ اسے کھڑکی سے اپنی گاڑی میں بیٹھتا ہوا دیکھنے لگا۔بھائی اپنی مرضی کی جاب کر رہے تھے۔اور ایک وہ تھا جو ڈیڈ کی مسلسل بلیک میلنگ کا شکار ہوتا تھا۔اس کی بھوک ختم ہو گئی تھی۔

اس کے مطابق زندگی کا یہ مرحلہ بہت اکتاہٹ بھرا تھا۔من پسند جاب کرنے کی اجازت نہ ملنا،ہر کسی کے فضول کے مشورے اور ڈیڈ کا پریشر۔زندگی اس سے بھی زیادہ فضول ہو سکتی ہے کیا؟

....

دو تین دن کے بعد آج وہ اپنے ڈیسک پہ بیٹھی ہوئی تھی۔اسے روحان کی صحت کی طرف سے تسلی ہوئی تو وہ آج کورٹ چلی آئی۔ایک کیس کی پیشی بھی تھی آج۔وہ فیملی ڈیسپیوٹ لائر تھی۔اسکے پاس زیادہ تر کیسز ڈومیسٹک ابیوز کے آتے تھے۔

وہ اور فیروز ایک ہی کیٹاگری کے لائرز تھے۔جو کیس ابھی آیا تھا۔وہ بھی ڈومیسٹک ابیوز کا ہی تھا۔

ہر بار کی طرح مخالف پارٹی کا کیس فیروز نے لینے کی کوشش کی اور وہ کیس اسے مل چکا تھا۔اگلی پیشی فیصلہ کن تھی۔وہ بور ہو گئی تھی ایک ہی حریف کے ساتھ کیس لڑ لڑ کے۔

اور وہ بھی ایسا حریف جس کو ہرانا اس کے لیے بہت آسان تھا۔اس نے بہت دفع اس کے ساتھ کیس ڈسکس کرتے ہوئے اس سے اپنے حق میں استعمال کرنے کے لیے سٹرانگ

Clubb of Quality Content

پوائنٹس اگلوائے تھے۔اوراب وہ جانتی تھی کہ وہ اس کے کمرے میں آئے گا اور اس سے پہلے کے وہ کچھ اور سوچتی اس کے دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ مسکرائی دروازہ کھلا اور وہ اپنی چبھتی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ نمودار ہوا۔

"نائس پرفارمینس!"

بیٹھتے ساتھ ہی اس نے کورٹ روم میں زاریہ کی کارکردگی پر تبصرہ کیا۔اس نے جواباً اپنے سر کو خم دے کے تعریف وصول کی۔

"ہر بار کی طرح میرے پوائنٹس مجھ پر ہی الٹا دیے جائیں گے۔اس بار مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔you are a cunning fox(تم ایک مکار لومڑی ہو)!"۔ مسکرا کر اس نے اپنی طرف سے آگ لگانے کی کوشش کی۔

زاریہ نے اطمینان سے اس کے آنکھوں میں دیکھا۔

"and you are a foolish stag "(اور تم ایک بے وقوف ہرن ہو۔)"

اس کو اسی کی زبان میں جواب دیا۔

اس کا جواب سن کر وہ کافی محظوظ ہوا تھا۔اپنی ہنسی پر قابو پانے کے بعد وہ بولا۔

"خیر یہ سب تو ہمارے درمیان بچپن سے چلتا آرہا ہے اور آگے بھی چلتا رہے گا۔"وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا۔

اس کے باپ کے بزنیس پارٹنر کی بیٹی اس کے لیے ہمیشہ ایک چیلنج رہی تھی۔روحان سلطان بھی اس کے لیے ایک چیلنج ہوتا۔اگر وہ آوارہ گرد لڑکوں کے ساتھ رہ کر خود کو نکارہ نہ کرلیتا۔اور وہ اس بات پر روحان کا شکر گزار تھا۔

وہ کیس کے بارے میں ڈسکشن کرنے لگے۔فیروزاب دونوں پارٹیز کے درمیان سیٹیلمینٹ چاہ رہا تھا۔زاریہ اس پہ راضی نہ تھی۔وہ جیت سکتی تھی۔

کچھ دیر بحث کے بعد وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔اس کے اٹھتے ہی زاریہ نے سائڈ پہ پڑے ہوئے کاغذات پکڑے اور ان کی طرف متوجہ ہوئی۔اسے یہ ڈاکیومٹس آج ہی اپرو و کرنے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ جاتے جاتے مڑا۔

"لیکن ہماری اس پروفیشنل چپقلش کے باوجود۔"اس نے ذرا ساوقفہ لیا۔زاریہ نے سر اٹھا کہ اسے دیکھا۔

"میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گا۔سلطان انکل اور عزما آنٹی کے کیس کے حوالے سے میں ہر طرح کی مدد کے لیے ہمیشہ تیار رہونگا۔آخر وہ میرے تایا تھے ایک طرح سے۔"یہ کہہ کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

زاریہ کے چہرے پہ تناؤ در آیا۔

"مد دمائی فٹ! تمہارے باپ کے کیسے میں اگر تم ذرا بھی ملوث ہوئے تو میں تمہیں بتاؤں گی کہ میں کون ہوں۔"

اس نے اپنے ناک کی اوپری ہڈی کو دبایا۔ کاغزات سائڈ پہ رکھ دیے۔"اففف!!"

اسنے آنکھیں ملتے ہوئے پیچھے ٹیک لگالی۔ دو تین دنوں تک وہ دوبارہ اپنی سائیکولوجسٹ کے ہاں چکر لگائے گی۔ اسنے اپنا موبائل پکڑا اور اپائینٹمنٹ کا میسیج چھوڑا۔

پھر کچھ سوچ کر لینڈ لائن کا نمبر ملایا۔

"اسلام علیکم کوثر آپا۔" آواز یکدم مرجھا گئی تھی۔

"جی، وہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ چکر لگائے ناں اس ویکنڈ۔" دوسری طرف سے کچھ سن کر مسکرائی۔

"اچھا آپا وہ لالہ کی واپسی کب تک ہے؟"

"اچھا ٹھیک ہے، ان سے کہیے گا کہ مجھ سے رابطہ کریں۔"

وہ فون بند کر کے چند لمحوں بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ آدھے گھنٹے کی بریک لے کر ایک اچھے سے کیفے میں کافی پیے گی۔ یہ اسکی کویک تھیراپی تھی۔

اس سے چند راہداریاں دور، دایان سامنے پڑے کاغذات پر لکیریں کھینچ رہا تھا۔ اور وہ اس کے سامنے بیٹھی مسلسل بولتی جارہی تھی۔

Clubb of Quality Content!

"دیکھیں دایان بھائی مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔" مہرین اپنی آنکھوں پہ لگا چشمہ درست کرتی ہوئی بولی۔ چند لمحے کے لیے وہ خاموش ہوئی۔ لیکن سامنے بیٹھا ڈھیٹھ انسان یوں ہی کاغذ پہ جھکا رہا۔

"دایان بھائی پلیز۔ میرے ریڈرز نے میرے انسٹا گرام پہ ادھم مچایا ہوا ہے۔ میں نے بولا بھی ہے کہ میں ابھی کچھ مہینوں کی بریک پہ ہوں لیکن یہ لوگ رائٹرز بلاک کو کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ کوئی بھی چھوٹا موٹا انٹرسٹنگ کیس چلے گا۔ میں کچھ نا کچھ لکھ لوں۔ بس آپ مجھے اس طرح کے کسی کیس کے بارے میں بتا دینا۔" اس نے لہجے حتالمقدور التجائیہ بنانے کی کوشش کی۔

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے مس مہرین مختار۔۔" وہ ایک کاغذ سائیڈ پہ رکھتے ہوئے بولا۔ "کہ آئندہ تم یہاں کورٹ مت آنا اور دوسری بات یہ کہ میں مدد نہیں کر سکتا۔"

وہ اب کوئی دوسری فائل کھول رہا تھا۔

"لیکن کیوں؟"

"کیونکہ میں نے جب پچھلی بار مدد کی تھی تو میری کلائینٹ چند مہینوں بعد ڈائجسٹ پکڑے یہاں آگئی تھی۔ اور وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ یہ کیا ہے؟ میرا پرسنل کیس اس ڈائجسٹ میں کیوں ہے؟ وہ بھی بلکل اے ٹو زی!"

مہرین چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔

"اچھا؟ کون تھی وہ بے وقوف؟"

"بے وقوف کیوں؟" دایان نے فائل بند کر سائڈ پہ رکھی۔

"ادھر کورٹ آئی، کیس چلوایا، آدھی عدالت کو تو پتہ ہی ہو گا کہ اسنے کس حوالے سے کیس دائر کیا ہے اور کس کے خلاف کیا ہے۔"

دایان نے سر جھٹکتے ہوئے افسوس سے اسے دیکھا۔

"گھر جاؤ، کوئی ڈھنگ کی جاب ڈھونڈو، میں نہیں کرنے والا مدد۔"

وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ دروازے کو ہلکا سا کھول کہ وہ رکی اور پیچھے مڑ کے دیکھا

Clubb of Quality Content!

۔

"اگر میری جگہ آپ کی سگی بہن ہوتی تو بھی آپ یہی کرتے؟" وہ رونی صورت بنا کر بولی

۔

"جی۔" مصروف سے انداز میں ایک لفظی جواب دیا۔

مہرین کا منہ بن گیا۔ اسے اپنا ارادہ بدلنا پڑے گا۔ بس یہ طے ہوا اگلے ناول میں دایان جیسا ہیرو لکھنے کی بجائے وہ اس کے جیسا ولن لکھے گی۔ ہونہہ۔

"بدتمیز!" وہ تقریباً چیخی۔

دایان نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ مہرین دروازہ کھول کہ کھڑی حیران سی سامنے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

وہ اپنی کرسی سے اٹھا۔

"کیا ہوا مہرین؟" وہ پوچھتے ہوئے آگے بڑھا۔ مہرین نے مڑ کے اسکو دیکھا اور وہ دونوں ایک ساتھ دروازے سے باہر نکلے۔

اسکے کمرے کے باہر کے برآمدے میں کافی رش تھا۔ لوگ کھسر پھسر کر رہے تھے۔ اور اس رش کے درمیان میں ایک آدمی اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیے کھڑا تھا۔

اس کے سامنے زاریہ سلطان اس کا ہاتھ تھام کر کھڑی تھی۔ اس کے پیچھے ایک ڈری سہمی سی عورت بھی کھڑی تھی۔ زاریہ نے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔

"بی بی، میاں بیوی کے معاملے میں مت پڑو۔ یہ ہمارا آپس کا مسئلہ ہے۔" اس آدمی نے دانت کچکچاتے ہوئے سامنے بلیک کوٹ میں ملبوس عورت کو تنبیہہ کی۔

زاریہ کی کالی آنکھیں بھی اسی آدمی پر جمی ہوئی تھیں اس نے اپنے ہاتھوں کی کمر کے پیچھے مٹھی بنائی۔

"جناب اگر یہ آپ کا آپس کا معاملہ ہے تو اسے اپنے گھر تک ہی محدود رکھیں۔ یہ عدالت ہے۔ یہاں انصاف ہوتا ہے۔ آپ اس عدالت میں کھڑے ہو کے کسی بے قصور پہ ہاتھ نہیں

Clubb of Quality Content

اٹھا سکتے۔" اسکا لہجہ پر سکون اور متوازن تھا۔ سارے لوگ تماشائی بنے کبھی زاریہ کو دیکھ رہے تھے تو کبھی اس آدمی کو۔

"جو انصاف تم لوگ یہاں کرتے میں اس سے بخوبی واقف ہوں۔" اس نے اپنی پہلی دو انگلیوں اور انگھوٹے سے پیسوں کا اشارہ کیا۔

"اور یہ ذلیل عورت بے قصور نہیں ہے۔ کس کی اجازت سے تم نے خلع کا کیس دائر کروایا ہے ہاں؟" وہ اپنی بیوی کو دیکھ کے دھاڑا۔

"خلع کا کیس دائر کرانے کے لیے انہیں کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ان کا حق ہے۔ اور آپ اپنی زبان کو زرا قابو میں رکھیں۔" آخری جملے ادا کرتے ہوئے اسکا لہجہ سخت ہو گیا۔

Clubb of Quality Content!

اس آدمی کا چہرا پہلے ہی غصے سے لال پیلا ہو گیا تھا۔ بڑے مجمع میں یوں تابڑتوڑ جواب ملنا اس کی شان کے برعکس تھا۔ اس نے ایک بار پھر اپنا ہاتھ بلند کیا۔ لیکن اس بار اس کا نشانہ زاریہ سلطان تھی۔

لیکن اس سے پہلے کہ زاریہ اپنا دفع کرتی کسی نے اس کی طرف بڑھنے والا ہاتھ روک دیا۔

زاریہ نے گردن موڑ کر دایان کو دیکھا۔ دایان نے لمحے بھر کا توقف کیے بغیر اس کے منہ پہ

مکا جڑ دیا۔وہ آدمی بوکھلا کر پیچھے ہٹا۔ساتھ ہی دور کھڑے دو پولیس اہلکار اس طرف کو دوڑے چلے آئے۔

دایان نے انہیں اشارہ کیا تو وہ سر ہلا کر اس آدمی کو وہاں سے لے گئے۔وہ واپس مڑا تو وہ سامنے کھڑی سپاٹ چہرے کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔رش اب چھٹ چکا تھا۔

"مجھے اپنے اوپر اٹھنے والے ہاتھ روکنا آتے ہیں۔"وہ ہموار لہجے میں بولی۔

"میں دیکھ بھی چکا اور جان بھی گیا۔"دایان نے بھی اسی کے لہجے میں جواب دیا۔

پھر اسکے پیچھے کھڑی عورت کو دیکھا۔

"آپ کی کلائینٹ ہیں؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور اس آدمی کا وکیل کون ہے؟"اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالے۔

"فیروز ملک۔"

دایان کے ابرو کشادہ ہوئے۔"اگر وہ اپنے وکیل کے ہوتے ہوئے بھی یہ جرات کر سکتا ہے تو اسکا ایک ہی مطلب ہے۔"

زاریہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"یہ آپکے سیٹلمنٹ پہ راضی نہ ہونے کا ری ایکشن تھا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

زاریہ کے چہرے کے تاثرات بدلے۔

"مدد کی ضرورت نہیں تھی۔" اس نے بمشکل لہجہ ہموار رکھا۔

اسکے گلے میں کچھ اٹک رہا تھا۔ تین سال سے وہ یہ جاب کر رہی تھی۔

ایسی پیچ حرکت اسنے پہلی بار کی تھی۔ صرف اس وجہ سے کہ اسکے بابا نہیں رہے۔

"آپ ٹھیک ہیں مس زاریہ؟" دایان نے اسے گم پایا تو پوچھ لیا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔" وہ چہرے کے دائیں طرف جھولتی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے بولی۔

اسنے اپنی نظریں دایان کے چہرے سے ہٹائیں اور اپنے پیچھے گم صم سی کھڑی عورت کو دیکھا۔ اسے چلنے کا اشارہ کیا اور خود بھی وہاں سے چل پڑی۔

دایان واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگا تو مہرین اس کے پیچھے لپکی۔

"آپ نے اس لڑکی کی مدد کیوں کی؟" کسی رپوٹر کی طرح سوال پوچھا۔

"ریفلیکس ایکشن تھا۔" اسکا ذہن اسکے یوں گم ہو جانے پہ اٹکا ہوا تھا۔ وہ بیمار لگی تھی۔

"کیا مطلب ریفلکس ایکشن تھا کوئی اور وجہ بتائیں۔"

وہ چلتے چلتے رکا۔

Clubb of Quality Content

"ثواب کمانے کے لیے کی تھی مدد۔اب ٹھیک ہے۔"اسے ہلکا سا جھاڑ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

پیچھے وہ منہ بسور کر کھڑی رہی۔اور دور کھڑے فیروز کے ہاتھوں میں موجود کاغذ مڑ چکا تھا۔اسکا پلین الٹا پڑھ گیا تھا۔آج کورٹ کی بے عزتی کا بدلہ ادھورا رہ گیا۔

اس بے وقوف کو کہا بھی تھا زیادہ بکنا مت فوراً دونوں کو تھپڑ لگانا تاکہ ان دونوں کی ہی عقل ٹھکانے پہ آتی۔

اب اسکا کلائنٹ پھنس گیا تھا۔وہ اہلکار نجانے کونسی ایف آئی آر کاٹے گیں۔اور اگر اسنے کچھ بتا دیا تو؟اسے فوراً ڈیڈ کو فون کرنا تھا۔

"ہیلو ڈیڈ؟!"

....

زاریہ سلطان کافی کا مگ ہاتھ میں پکڑے کھڑکی کے سامنے کھڑی تھی نگاہیں سامنے موجود سڑک پر مرکوز تھیں۔وہ کیفے نہیں گئی۔گھر آگئی تھی۔

Clubb of Quality Content!

پھر داؤد نے اسے اس ہفتے کے سارے چیک اپس کی تفصیلات بتائیں۔اور اگلے ہفتے وہ کس دن روحان کو لے کر جائے گا،اور وہی بہن کی شادی کی تیاریوں کے لیے ایک دن کی چھٹی کی درخواست۔

زاریہ اسکو چھٹی دے دیتی تھی مگر وہ ایک دن بعد کبھی نہیں آتا تھا،ہمیشہ دو دن لگا کر آتا تھا۔ کبھی کہتا تھکاوٹ ہو گئی تھی، کبھی کہتا تھوڑا کام باقی تھا۔

اسکے جانے کے بعد وہ نماز پڑھ کر اپنے لیے کافی بنانے لگی تھی اور اب کافی اسکے ہاتھ میں ٹھنڈی ہو رہی تھی۔دماغ مختلف سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔

مما بابا کے مرڈر کیس کی فائل دوبارہ کب کھلے گی؟

وہ جانتی تھی کہ قاتل کون ہے۔وہ سب جانتی تھی۔لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ اس قاتل کو کٹہرے تک کیسے لے کر آئے؟ گواہ کہاں سے لائے؟ ابھی ایک لمبا سفر اس کے انتظار میں تھا۔

لیکن وہ انتظار ہی تو نہیں کرنا چاہتی تھی۔وہ چاہتی تھی کہ ادھر وہ آنکھ بند کرے اور ادھر وہ کمرۂ عدالت میں ہو اور اس کے ماں باپ کے قاتل کو سزا سنائی جا رہی ہو۔سر ان سوچوں کے دباؤ سے پھٹا جا رہا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر کے لمبی سانس آندر کھینچی کی شاید اسے تھوڑا سکون ملے لیکن سر کا درد مزید بڑھ گیا۔وہ کھڑکی بند کر کے مڑ گئی۔اس کچھ دیر کے لیے سو جانا چاہیے۔

اسے سوئے ہوئے تقریباً ایک ہی گھنٹہ ہوا تھا کہ گلے پر شدید دباؤ پڑھنے کی وجہ سے اسکا دم گھٹنا شروع ہو گیا۔اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔لیکن اس کی پلکیں من من بھاری ہو رہی تھیں۔اس نے آپنے ہاتھوں کے ذریعے اپنی گردن کے گرد گرفت ڈھیلی کرنے کی کوشش کی۔کوئی اس کا گلہ دبا رہا تھا۔اس کا دم مزید گھٹتا گیا۔سینے میں اٹھنے والا درد نا قابل برداشت ہو گیا۔اور پھر آہستہ آہستہ اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی ہونے لگی اور اس کی حرکت کرتی ایڑیاں رک گئیں۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔لمبے لمبے سانس لیتی وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھنے کی کوشش کرتی رہی۔پھر وہ اٹھی اور دروازے کی طرف بھاگ کر گئی۔

وہ بند تھا لیکن لاک نہیں لگا ہوا تھا۔شاید آج وہ لاک لگانا بھول گئی تھی۔لیکن وہ تو لاک لگانا کبھی نہیں بھولتی۔کیا اسے پھر سے وہی برا خواب؟لیکن اسنے آج تو میڈیسنز کھائی تھیں
۔

نولز کلب
Clubb of Quality Content

انہیں خیالوں میں گم وہ واپس اپنے بیڈ پر آ بیٹھی ہاتھ بے اختیارِ گردن کی طرف بڑھا۔یہ اسی رات کا نتیجہ تھا۔اگراس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک بھی بچ جاتا تو آج حالات مختلف ہوتے۔

اس کے پاس ایک مضبوط سہارا ہوتا۔اگر وہ روحان کو۔۔۔اس سے آگے اس سے سوچا نہ گیا۔وہ لیٹ گئی اور آنکھیں زور سے بند کرلیں۔دو تین آنسو آنکھوں سے بہہ کر تکیے میں جذب ہو گئے۔

اب دوسری کئی راتوں کی طرح وہ آج بھی روتے ہوئے سو جائے گی۔

صبح جب وہ کورٹ جانے کے لیے تیار ہوئی تو اس کی طبیعت قدرے بوجھل تھی۔

پہلے اسکا ارادہ تھا کہ وہ چھٹی کر لے لیکن پھر چھٹی کرنا اس نے مناسب نہ سمجھا اور پھر حمزہ کی طرف سے موصول ہونے والے پیغام نے اسے کورٹ جانے پہ مجبور کر دیا۔کورٹ کی مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے اسکا ذہن بھی مختلف سوچوں میں کھو رہا تھا۔کل رات ہونے والا واقعہ اسکے ذہن پہ ہاوی ہو رہا تھا۔

انہیں سوچوں میں گم جب وہ اپنے کمرے میں پہنچی تو سامنے بیٹھے وجود کو دیکھ کر چونک گئی۔

Clubb of Quality Content

اسکے چونکنے کی وجہ سامنے بیٹھے شخص کی موجودگی ہر گز نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اسکے انتظار میں ہے۔ چونکا دینے والی چیز اس کا حلیہ تھی۔ براؤن کلر کا لونگ کوٹ، ہاتھوں میں کالے دستانے۔ سر پہ رکھا ترچھا ہیٹ جو اسکے چہرے کو چھپا رہا تھا۔

زاریہ کے قدموں کو دیکھ کے اس نے اپنا سر اٹھایا۔ کم عمر وجیہہ چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اپنا ہیٹ اتار کر ذرا سا جھکا۔ زاریہ نے سر کہ خم سے اسکا جواب دیا۔ اور اپنی کرسی کی طرف آئی۔ بیگ اتار کر ٹیبل پہ رکھا۔

اس شخص نے اپنا ہیٹ دونوں کے درمیان حائل میز پہ رکھا اور بیٹھ گیا۔

"مس زاریہ سلطان؟" اسکا لہجہ کافی شفاف تھا۔

"جی۔"

"میں دائم آوان آغا۔" زاریہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ حمزہ نے اسکا نام بتایا تھا۔

"آپ حمزہ کو کیسے جانتے ہیں؟"

"وہ میرے فیملی فرینڈ ہیں۔"

"انہوں نے آپ کی قابلیت کی بہت تعریف کی ہے لیکن آپ کے پاس اتنا ایکسپیرینس نہیں ہے دائم۔" وہ اسکے اس کاؤبوائے والی ہیٹ کو دیکھتے ہوئے بولی۔ یہ حلیہ جانا پہچانا سا تھا۔

Clubb of Quality Content!

وہ ہلکا سا مسکرایا"میرے پاس قابلیت ہے۔اور جہاں تک بات ہے ایکسپیرینس کی تو وہ میں آپ کا کیس سولو کر کے حاصل کر لوں گا۔"اسنے کندھے اچکائے۔

زاریہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔ایک،دو لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔

"کن پولیس ڈپارٹمنٹس کے ساتھ کام کر چکے ہیں؟"اس نے ہاتھوں میں قلم گھماتے ہوئے سوال پوچھا۔

"پچھلے سال لاہور شہر کے ہی ایک ڈپارٹمنٹ کے ساتھ مرڈر کیس ڈیل کیا تھا۔"

"صرف ایک کیس؟"اسنے ایک ابرو اچکایا۔

دائم ذرا سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"مجھے ایک ایمرجنسی کے تحت آوٹ آف کنٹری جانا پڑھا تھا۔اس وجہ سے صرف ایک ہی کیس۔"وہ تسلیم کرتے ہوئے بولا۔

زاریہ نے لمبا سانس لیا۔وہ کیا کرے؟حمزہ نے اسے ریکمنڈ کیا تھا۔اور وہ ایسے ہی اپنے کام نہیں کرتا تھا۔اسے حمزہ پہ بھروسا کرنا چاہیئے شاید۔

"ٹھیک ہے دائم آوان،یو آر ہائرڈ۔لیکن یاد رکھنا۔میرے پاس ضائع کرنے کے لیے نہ تو وقت ہے اور نہ ہی پیسہ۔میں کیس کی فائل دوبارہ کھلوانے جا رہی ہوں۔لیکن تب تک میں چاہتی ہوں کہ میرا فورٹی پرسنٹ ہوم ورک مکمل ہو چکا ہو۔"

دائم مسکرایا۔ فورٹی پرسنٹ ہوم ورک تو وہ سال پہلے ہی کر چکا تھا۔ بس اب اس لڑکی کا کیس اسی ڈائریکشن میں گیا تو اسکے وارے نیارے۔

"تو میں کام شروع کروں؟"

"بلکل، میں کیس کی پچھلی فائل بجھواتی ہوں۔"

"حمزہ دے چکا تھا۔" وہ اپنے سر پہ ہیٹ واپس رکھتا ہوا بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ میں کل آؤں، یاں پرسوں۔ جیسے ہی کچھ پتہ چلے گا میں آپ کو انفارم کرنے آؤں گا۔ لیکن۔ ادھر کورٹ میں ہی آؤں؟" وہ تھوڑا انکمفرٹیبل لگ رہا تھا۔

"جی۔" وہ یوں ہی قلم گھماتے ہوئے بولی۔

دائم نے ابرو سکیڑ کے اسے دیکھا۔

"آپ مجھ سے پوچھیں گی نہیں کہ مجھے یہاں آنے میں کوئی ایشو وغیرہ۔؟"

"نہیں۔" اس نے اپنی چیک بک نکالی۔

"اوکے، میں آجاؤں گا۔" اسنے کندھے اچکائے۔

"گڈ۔" چیک کاٹ کر اسکی طرف بڑھایا۔

اسنے کالے دستانے والے ہاتھوں سے چیک تھاما اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

Clubb of Quality Content

"سی یو سون۔" ماتھے تک دو انگلیاں لے کر گیا اور اسے سیلیوٹ کیا۔ پھر سر پہ رکھا ہیٹ ترچھا کرتے ہوئے دروازہ کھول کر چلا گیا۔

زاریہ نے آدھ کھلے دروازے کو دیکھا۔ وہ دروازہ بند کر کے نہیں گیا۔ (ایڈیٹ) وہ اٹھی اور دروازہ بند کیا۔

جب واپس اپنی کرسی پہ آئی تو اسکا فون جگمگا گیا۔ لبنا صفدر نے میسج کیا تھا۔

وہ اسے کل آنے کا کہہ رہی تھیں۔ وہ انہیں جوابی میسج ٹائپ کرنے لگی۔

پھر اسے داؤد کو کال کرنی تھی۔ روحان کی کچھ ادویات ختم ہو گئیں تھیں۔ کل کلینک سے فارغ ہو کر گھر واپسی پہ گروسری کے ساتھ لیتی جائے گی۔

Clubb of Quality Content!

....

آسمان ہلکا جامنی تھا۔اور وہ مزید گہرا ہو رہا تھا۔شاید بارش ہونے والی تھی۔اس کی گاڑی ایک قدآور شیشوں والی بلڈنگ کے سامنے رکی۔وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔گارڈ اسے دیکھتے ہی دروازہ کھولنے کے لیے آگے بڑھا۔اور اسے جھک کر سلام کیا۔

وہ سلام کا جواب دیے بنا بے نیازی سے اندر کی طرف چلتا گیا۔سامنے کھڑی لال ہونٹوں والی ریسیپشنیسٹ نے بھی اسے سلام کیا۔لیکن وہ جواب دیے بنا لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس بلڈنگ کے پانچ فلورز تھے۔اس نے پانچویں فلور کا بٹن دبایا۔لفٹ اوپر کی طرف سفر کرنے لگی۔

لفٹ کا دروازہ کھلا تو وہ باہر نکلا اور بائیں طرف مڑ گیا۔

چلتے پھرتے بہت سے لوگوں نے اسے سلام کیا۔وہ یوں ہی چپ چاپ چلتا ایک آفس کے سامنے رکا۔اس نے دروازہ کھولا۔پر تعیش آفس کا منظر واضح ہوا۔

"کتنی بار کہوں کی دروازے پہ دستک دے کر آیا کرو فیروز۔"ملک صباحت نے ناگواری سے کہا۔وہ کسی فائل کو پڑھنے میں مصروف تھا۔اس نے چہرا اٹھا کہ فیروز کو دیکھا۔

اسکا چہرہ بھی فیروز کی طرح عام سا ہی تھا۔البتہ سر کے سفید بال اور سفید موچھوں نے شخصیت کو بارعب بنا رکھا تھا۔

فیروز کہ چہرے کہ تاثرات دیکھ کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ دروازہ بند کر کے کہ اس بڑے سے خوبصورت ٹیبل کے سامنے والی کرسی کھینچنے لگا۔

"کیا چیز تمہیں کورٹ سے سیدھا یہاں کھینچ لائی ہے؟ وہ پیچھے کو ہو کہ بیٹھ گیا۔

"زاریہ سلطان۔" وہ بولا تو لہجہ سخت تھا۔

ملک نے دونوں آبرو آچکائے۔ "کیا ہوا اسے؟"

"مجھے نہیں لگتا میں یہ کر پاؤں گا۔" وہ جھنجھلایا ہوا تھا۔

"کل جو تم نے کیا اس کے بعد واقع مشکل ہے۔" اس نے جتایا۔

"میں کیا کرتا ڈیڈ؟" وہ ہاتھ پھیلا کر بولا۔ "میں اسے سیٹلمنٹ کے لیے کہہ رہا تھا اور وہ صاف انکار کر رہی تھی۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔ اور ویسے بھی اسے پتہ نہیں لگا ہو گا۔ اس آدمی نے میرا نام نہیں لیا۔"

"مجھے حیرت ہوئی ہے فیروز۔ تم نے مجھے کہا تھا کہ تم اسے پسند کرتے ہو تو پھر یہ حرکت ؟"

فیروز نے سر جھٹکا۔ "پسند کرتا ہوں مگر اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اسکی ہر بات برداشت کر لوں گا۔"

ملک نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ "ایک کام پہ راضی نہ ہونے کی وجہ سے اتنا غصہ!"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ آگے کو ہوا۔"اگر وہ شادی پہ راضی نہ ہوئی تو تم کیا کرو گے؟"

فیروز اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔اسکی مٹھیاں بھنچ گئیں۔

"تم جانتے ہونا تمہاری اس کے ساتھ شادی کتنی ضروری ہے ہمارے لیے۔اس کے باپ کے شئیرز ابھی تک میں سنبھال رہا ہوں۔اگر کل کلاں کو وہ ان شئیرز پہ اپنا حق جتائے گی تو ہماری ساری محنت پہ پانی پھر جائے گا۔"

"میں کوشش کروں گا۔آئندہ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔"وہ اپنی پیشانی سہلاتا ہوا بولا۔

ملک نے نفی میں سر ہلایا۔"تم نے میرا بہت وقت ضائع کر دیا ہے۔"

"ڈیڈ پلیز!!"

"آیاز سے رابطہ کرواؤ میرا۔"وہ تحکم سے بولا۔فیروز کا رنگ فق ہوا۔سر بے اختیار نفی میں ہلا۔

"نہیں ڈیڈ آپ۔۔"اس نے اپنے باپ کا ہاتھ تھاما۔

"شٹ اپ!!"اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچا۔"تم نے اس لڑکی کا رویہ دیکھا ہے؟مجھے شک ہے اس پر۔شاید وہ جان چکی ہے۔"اسنے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔

"وہ کیسے جانے گی؟؟"

"مجھے نہیں پتہ۔"اس نے ہاتھ جھلایا۔فیروز چند لمحیں باپ کو دیکھتا رہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ملک نے گہری سانس لی۔"دیکھو اگر تم بضد ہو تو میں تمہیں زیادہ مہلت نہیں دے سکتا۔ جلدی کرو جو بھی کرنا ہے۔اور اگر مجھے لگا کہ تم ناکام ہو رہے ہو تو پھر میں جو کروں گا تم اس سے واقف ہو۔"اس نے اسے تنبیہہ کی۔

"فیروز کی گردن میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"اب جاؤ یہاں سے۔"اسنے ہاتھ جھلا کر کہا۔وہ چند لمحے بے بسی سے دیکھنے کہ بعد اٹھ کھڑا ہوا۔

"رکو۔"وہ دروازہ کھولنے لگا تھا جب اس نے پیچھے سے پکارا۔

"میں نے تمہیں آیاز سے رابطہ کرنے کے لیے کہا تھا۔"وہ فائل کھولتے ہوئے بولا۔

اسکا ہاتھ فضا میں ساکت ہوا۔

"اس سے رابطہ کر کے اسے بس اتنا کہنا کہ کام پورا کرو۔"وہ مصروف سے انداز میں بولا۔

"ڈیڈ!!"

"زاریہ کو کچھ نہیں کہے گا وہ، فکر نہ کرو۔"اسنے ہاتھ سے اسے جانے کا کہا۔

وہ آنکھوں میں شبہات لیے آفس کا دروازہ کھول کر چلا گیا۔

....

Clubb of Quality Content

آج بدھ کا دن تھا۔وہ ابھی ابھی کورٹ آئی تھی۔اس نے اپنا بیگ ڈیسک پہ رکھتے ہوئے سامنے لگے وال کلاک کی طرف دیکھا۔نو بج کہ پچاس منٹ۔

اسے ایک دو کام نپٹا کر اپنی سائکالوجسٹ کی طرف جانا تھا۔

راہداری میں کھڑا دایان کسی ہتھ کڑی لگے قیدی سے کھڑا کچھ کہہ رہا تھا۔وہ آج کے ٹرائل کی تیاری میں مصروف تھے۔

دایان کہ ساتھ سے کوئی گزر کے گیا۔وہ بولتا بولتا رکا اور اس نے گردن موڑ کہ جانے والے کو دیکھا۔اس نے براؤن لانگ کوٹ پہن رکھا تھا۔اور وہ گردن جھکا کہ چل رہا تھا سر پہ رکھا ہیٹ بھی ترچھا تھا۔

Clubb of Quality Content

جیسے وہ اپنی پہچان چھپا رہا ہو۔وہ لوگوں کی بھیڑ میں گم ہوا تو دایان نے اپنا چہرا واپس موڑا۔

ادھر زاریہ سلطان نے دوبارہ کلاک کی طرف دیکھنے کہ لیے سر اٹھایا ہی تھا کہ دروازہ بجا کر کسی نے کھولا۔اور وہ مسکراتا ہوا نمودار ہوا۔

زاریہ نے سر کے خم سے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا تو وہ اپنا ہیٹ اتارتا ہوا کرسی کھینچ کہ بیٹھا۔

"تو بتاؤ تمہارے پاس میرے لیے کیا ہے؟"

"انفارمیشن۔" اس نے اپنا ہیٹ میز پہ رکھا۔ کالے گلوز والے ہاتھوں سے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک کاغذ نکالا۔

"اسفر جاوید۔" اس نے کاغذ زاریہ کی طرف بڑھایا۔

"یہ سلطان رئیل اسٹیٹ میں کام کرتا تھا، شاید سو پیر تھا۔ وہاں سے اسے نکال دیا گیا۔ پھر وہ کافی عرصے تک روپوش رہا۔ اور اس دوران وہ چھوٹی موٹی ڈکیتیاں کرتا رہا۔"

وہ لمحے بھر کہ لیے رکا۔ اس نے زاریہ کا چہرہ دیکھا وہ منتظر سی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"وہ آپ کے بھائی کے ساتھ آکثر پبلک پلیسز پہ دیکھا گیا ہے۔ وہ اور روحان ایک دفعہ چوری کے مقدمے میں گرفتار بھی ہو چکے ہیں۔" اس نے پھر زاریہ کا چہرہ دیکھا۔ وہاں کوئی تاثر نہ تھا۔ نہ حیرانی نہ پریشانی۔

"یہ سپٹمبر کا مہینہ ہے۔ آپ کے ڈیڈ کا مرڈر دسمبر میں ہوا تھا۔ اور مرڈر کے دن اسکی موبائل لوکیشن آپ کے گھر کے آس پاس ہی تھی۔ اور اسکے بعد وہ سیالکوٹ چلا گیا۔ اور کل جب میں نے اسکا پتا کروایا تو۔۔" وہ چند لمحوں کے لیے رکا۔ وہ خاموشی سے اسے سنتی رہی۔

"تو وہ کار ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہوا تھا اور آج صبح۔۔۔" اسنے گھڑی کی طرف دیکھا۔

"آٹھ بج کے پچیس منٹ پہ اسکی ڈیتھ ہو گئی۔"

زاریہ کے ماتھے پہ سلوٹیں نمودار ہوئیں۔

Clubb of Quality Content

دائم کرسی کی ٹیک چھوڑ کر آگے ہوا۔"اب، کیس فائل کے مطابق اپنے یہ سٹیٹمنٹ دی تھی کہ آپ کے گھر اس رات تین آدمی موجود تھے۔ایک تو رہا یہ اسفر،"اس نے زاریہ کے ہاتھ میں موجود کاغذ کی طرف اشارہ کیا۔

"دوسرے شخص کا آپ نے چہرا نہیں دیکھا،اور تیسرے شخص کا آپ نے نہیں بتایا۔"

وہ زاریہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اور رپورٹس میں لکھا تھا کہ ڈاکٹرز نے آپ سے اس تیسرے شخص کے بارے میں پوچھنے سے منع کر دیا تھا۔کیونکہ آپکی مینٹل ہیلتھ اس چیز کی اجازت نہیں دیتی تھی۔"

"تو؟"زاریہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے اس سے پوچھا۔

"تو یہ کہ آپ مجھے اس تیسرے آدمی کا نام بتائیں۔تاکہ یہ کیس دوبارہ فرنٹ ڈیسک پہ لایا جائے۔"وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

"وہ تیسرا کون تھا؟"

زاریہ سلطان کہ چہرے کا رنگ بدل گیا۔تیسرا!وہ تیسرا کون تھا؟وہ ہی کیوں تھا؟کاش وہ نہ ہوتا!۔کاش میں نے اس نہ دیکھا ہوتا!

وہ سوال نہیں تھا ایک کلہاڑا تھا جو سیدھا زاریہ کہ دل پہ مارا گیا تھا۔اور اس کا دل،اس کا دل ٹکرے ٹکرے ہو گیا تھا۔

ہر ٹکرے سے خون نکلنا شروع ہو گیا تھا۔وہ خون آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت نکلنے کے لیے بے تاب ہو گیا۔اس نے آنسوں پینے کی کوشش کی لیکن وہ آنسوں نہ حلق سے اترے نہ آنکھوں سے چھلکے۔

"روحان سلطان!!"بھاری آواز میں بمشکل دیے گئے جواب کو سن کر دائم کا پورا منہ کھل گیا۔

"واٹ؟!"

....

دائم اوپن کچن کے کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔کاؤنٹر پہ کافی کا بھاپ اڑاتا مگ آنچھوا رکھا تھا۔اسکی نیلی آنکھیں کسی گہری سوچ میں غرق تھیں۔چہرے پہ تھکان کے آثار واضح تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سامنے کھڑکی کے ساتھ رکھے شاہی طرز کہ صوفے پہ دایان ہاتھوں میں قانون کی کوئی کتاب پکڑے ورق گردانی میں مشغول تھا۔ گاہے بگاہے نظر اٹھا کہ اسے بھی دیکھ لیتا جو کسی مورتی کی طرح کھڑا تھا۔

اچانک دروازے پہ دستک ہوئی۔ اور پھر کوئی فوراً ہی دروازہ پیٹنا شروع ہو گیا۔

دائم گڑبڑا کہ سیدھا ہوا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

"کون ہے بھائی؟ پیشنس نام کی بھی کوئی۔۔۔" ساتھ ہی دروازہ کھولا۔ "تم پاگل ہو گیا ؟" خفگی سے جھاڑا۔

"پاگل ہو گے تم۔ کب سے دروازہ کھٹکھٹا رہی ہوں۔" مہرین غصے سے اسکو تقریباً دھکا دیتی اندر داخل ہوئی۔

Clubb of Quality Content

"تم اکیلے آئے ہو؟ ماموں نہیں آئے؟" ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پھوپھو لگتا ہے گھر پہ نہیں ہیں۔ جو بدروحوں کی طرح ادھر ادھر بھٹک رہی ہو۔" اس کو مہرین کے آنے سے ذرا خوشی نہیں ہوئی تھی۔

"اس کو تمیز نہیں ہے دایان بھائی؟" لال بھبھوکا چہرے کہ ساتھ شکایت لگائی۔

دایان بھائی نے کتاب پہ نظریں گاڑھے آرام سے سر نفی میں ہلا دیا۔

سر جھٹک کر دوبارہ اس کی طرف مڑی "شرم کرو پورے تین سال بڑی ہوں تم سے۔" ہاتھ کی تین انگلیاں بھی دکھائیں۔

"حرکتیں تو تمہاری تین سال کہ بچوں والی ہیں۔" اس نے ناک چڑھائی۔اور ساتھ اپنا مگ پکڑنے کہ لیے ہاتھ بڑھایا۔ لیکن اس سے پہلے ہی مہرین نے مگ اٹھا کہ ہونٹوں سے لگالیا۔

"حرکتیں جیسی بھی ہوں میرا کیریئر البتہ اچھاخاصہ سیٹ ہے۔" ساتھ ہی فاتحانہ آبرو اچکائے۔

وہ جو اسکی مگ والی حرکت پہ پہلے ہی سیخ پا تھا اس بات پر اسکے ہونٹ بھینچ گئے۔ وہ زچ ہوا تھا۔ دایان کی طرف دیکھا کہ شاید وہ مدد کرے۔ لیکن وہ سکون سے صفحہ پلٹ کر اگلہ صفحہ پڑھنے لگا۔

"تم کہیں اس کیریئر کی بات تو نہیں کر رہی جو چوری کی کہانیاں لکھ لکھ کر سیٹ کیا ہے تم نے؟"

"میں چوری کی کہانیاں نہیں لکھتی۔ میری کرئیٹویٹی کو چوری مت کہو۔" غصے سے تنبیہہ کی۔

"اچھا؟ وہ جو تمہاری اتنی فینسی کہانی ہے۔ کیا الٹ پٹانگ سانام ہے؟ ہاں نداۓ ہد ہد وہ تمہارے تایا کی بیٹی کی کہانی نہیں ہے؟"

"وہ میں نے اس کی کہانی سے انسپائر ہو کر لکھی تھی۔" دانت پہ دانت جما کر وضاحت دی

۔

"مہر تم اس دن مجھ سے کسی کہانی کہ بارے میں پوچھ رہی تھی۔" دایان نے کتاب بند کر کے کافی ٹیبل پہ رکھی۔ داہنا پیر بائیں گھٹنے پہ ٹکایا۔ وہ اس ساس بہو والی چک چک سے تنگ آگیا تھا۔

"اور آپ نے منع کر دیا تھا۔" خفگی سے منہ موڑ کہ کافی کا گھونٹ بھرا۔ دائم کیبن کی طرف بڑھا۔ وہ اپنے لیے کافی بنانے لگا تھا۔ ایک تو پہلے ہی سر میں درد تھا اوپر سے یہ آگئی۔ اس نے سر جھٹکا۔

"تم شرلاک ہولمز سے انسپائر ہو کہ کچھ کیوں نہیں لکھتی؟"

کافی کا مکسچر پھینٹتا ہوا ہاتھ رکا۔ اس نے سر اٹھا کہ دایان کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ دایان کہ یوں دیکھنے پر اس نے گڑبڑا کہ رخ بدلا۔ دایان کے چہرے کہ سائیڈ پہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"ہوں گڈ آئیڈیا۔" اس نے کافی کا آخری گھونٹ چڑھایا۔ اور مگ کاؤنٹر پہ رکھا۔

"ویسے تمہارے کافی بدمزہ تھی۔اتنا میٹھا مطلب کہ اتنا زیادہ!!کڑواہٹ نام کی چیز ہی نہیں ہے تمہارے ہاتھوں میں۔"اس کو مخاطب کیا جو لب بھینچے رخ دوسری طرف کیے کھڑا تھا۔

"کبھی آنا میں تمہیں اپنے ہاتھ کی کافی پلاؤں گی۔کڑوی اور مزیدار۔"فخر سے کہتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔اور ٹھا کی آواز کے ساتھ اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے ساتھ والے گھر کی طرف چل پڑی۔

اسکے جانے کہ بعد اس نے گردن موڑ کہ صوفے کو دیکھا۔وہ خالی تھا۔اس نے دایان کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔وہ کمرے میں جا چکا تھا۔

وہ یوں ہی لب بھینچے،دھڑکتے دل کے ساتھ کھڑا رہا۔بھائی کو کیسے پتا چلا؟کیا حمزہ نے بتایا ہوگا؟"انہیں سوچوں میں گم اسکا ہاتھ دوبارہ چلنے لگا۔

....

وہ اپنا ایک ہاتھ تھوڑی کے نیچے رکھے، دوسرے ہاتھ سے اپنے ٹیبل پہ پڑے بیگ کی گولڈن چین پہ انگلیاں پھیر رہی تھی۔ ساتھ پرے اس سفید سے گلدان پہ اسکا عکس نظر آرہا تھا۔

وہ ایک سفید سا روم تھا۔ خوبصورت سفید روم، اور کمرے کے تقریباً ہر کونے میں تازہ جیسمین کے پھول پڑے ہوئے تھے۔ ان کی خوشبو سارے میں پھیلی تھی۔

اسنے نظریں اٹھا کر سامنے بیٹھی خاتون کو دیکھا۔ سفید رنگ کا اونی سوئٹر پہنے، سر پہ ارییبن سٹائل میں دوپٹہ لیے، آنکھوں میں ریڈنگ گلاسز پہنے وہ قرآن پڑھ رہی تھیں۔

لبنا صفدر اسکی ماما کی دوست تھیں۔ اور ایک طرح سے اسکی سئکالوجسٹ۔

انکا یہی طریقہ تھا۔ وہ ہر سیشن شروع کرنے سے پہلے قرآن کی چند آیتیں پڑھا کرتی تھیں۔ انہوں نے قرآن بند کر کے سائڈ پہ رکھا اور اسے دیکھ کر مسکرائیں۔ انکا چہرا بہت شفاف اور پر سکون سا تھا، بھوری آنکھیں چمکتی تھیں۔

"تم نے اپنے میسج میں لکھا تھا کہ وہ خواب پھر سے آنا شروع ہو گئے ہیں۔" وہ نرمی سے بولیں۔ انکی آواز، لہجہ بہت خوبصورت تھا۔

اسنے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ ابھی تک بلیک کوٹ ہی پہنے ہوئے تھی۔ وہ کورٹ سے سیدھا ادھر آئی تھی۔

"سچ بتانا، مڈیسنز کا ناغہ کیا تھا؟"

"صرف تین دن۔" اسنے گولڈن چین کو مٹھی میں پکڑا۔ وہ ٹھنڈی یخ تھی۔

"کیوں؟" انہوں نے غور سے اسکا چہرا دیکھا۔ وہ اطمینان جو انہوں نے تین مہینے پہلے اسکے چہرے پہ دیکھنا شروع کیا تھا اب انہیں نظر نہیں آرہا تھا۔

"میرا دل نہیں کرتا۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"کیا دوائیاں لینا تمہیں اچھا نہیں لگتا؟"

اسنے نفی میں سر ہلایا پھر سر اٹھا کہ انہیں دیکھا، ہاتھ تھوڑی سے ہٹایا۔

"کیا میں یہ میڈیسنز چھوڑ نہیں سکتی؟"

لبنا مسکرائیں۔ "میڈیسنز لینے میں کیا قباحت ہے؟"

"آپنے مجھے ایک دفعہ کہا تھا کہ قرآن شفاء ہے، نماز دل کو زندہ کرتی ہے۔" انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اللہ کے ذکر سے انسان مایوس نہیں ہوتا۔ میں نمازیں پڑھتیں ہوں قرآن بھی پڑھتی ہوں پھر کیوں مجھے یہ اینٹی ڈیپریسنٹس لینے پڑھتے ہیں؟ میں کیوں اسے لیے بغیر بے چین ہونے لگتی ہوں؟ مجھے وہ سب پھر سے نظر آنے لگتا ہے۔ وہ حقیقت خواب بن کر ڈرانے لگتی ہے۔۔۔" وہ لمحے بھر کو رکی۔ آنکھ کے کنارے بھیگ گئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے لگتا ہے کہ میری نمازیں قبول نہیں ہوتیں، میرے قرآن پڑھنے اور ذکر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ورنہ میں۔" وہ خاموش ہو گئی۔ آنکھیں بند کر کے لمبی سانس لی۔ اگر وہ مزید بولتی تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی۔

اسے اپنے سرد ہاتھ کے اوپر ایک نرم سا ہاتھ محسوس ہوا۔ اسنے آنکھیں کھول دیں۔ وہ ہلکی ہلکی سرخ تھیں۔ لبنا نے اسکا ہاتھ تھپکا۔

"تم چھ ماہ پہلے میرے کہنے پہ سیشنز کے لیے آئی تھی زاریہ۔ اس سے پہلے تم سائکاٹریسٹ کے پاس جاتی تھی۔ دیکھو زاریہ بچے سائکیٹریسٹ دوا سے علاج کرتا ہے۔ وہ پریسکریپشنز لکھ کر دیتا ہے۔ لیکن ایک سائکالوجسٹ آپ کا علاج اپنی زبان سے کرتا ہے۔ وہ مسئلے کی جڑ تک جاتا ہے اور اسے جڑ سے اکھاڑتا ہے، لیکن وہ ایک دم سے جڑ نہیں کھینچتا۔ وہ آہستہ آہستہ سیشنز کے زریعے علاج مکمل کرتا ہے۔ آئی سمجھ۔؟"

اسنے سر ہلا دیا۔

"جانتی ہو میں نے تمہیں کیوں اپنے پاس سیشن کے لیے بلایا؟"

وہ چپ چاپ انکا چہرا دیکھنے لگی۔ پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

"کیونکہ مجھے تمہارے اندر ایک جڑ مل گئی زاریہ جسے علاج کی ضرورت تھی۔ اور وہ جڑ تھی غلط فہمی۔ تم غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔"

زاریہ نے اچھنبے سے انکی طرف دیکھا۔اسکے ری ایکشن کو دیکھ کر وہ مسکرائیں۔

"تم نے مجھے کہا کہ تم دوائیاں نہیں لیتی تو تمہیں وہی حادثہ خوابوں میں نظر آنے لگتا ہے ۔تم نماز پڑھتی ہو مگر پھر بھی تمہیں اس حادثے کے خیالات سے نجات پانے کے لیے اینٹی ڈیپریسنٹ کھانا پڑتا ہے، ہے نا؟"

"جی۔"

انہوں نے سائڈ پہ پڑا اسفید کور والا قرآن اٹھایا۔"جو حادثہ تمہیں تنگ کرتا ہے اسکے خیالات کہاں آتے ہیں؟"انہوں نے قران کھولتے ہوئے پوچھا۔

"دماغ میں۔"اس س نے ناسمجھی سے جواب دیا۔

انہوں نے قرآن سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔"اور اللہ پہ ایمان کہاں ہوتا ہے؟"

"دل میں۔"اسکی مٹھی کی قید سے سنہری چین آزاد ہوئی۔وہ اب گرم ہو چکی تھی۔

وہ مسکرائیں۔اور انہوں نے قرآن اسکے سامنے کیا۔

"یہ دیکھو تمہارے جواب کو یہ آیت ثابت کرتی ہے۔"

زاریہ نے وہ صفحہ دیکھا۔کالے حروف کے نیچے ٹرانسلیشن لکھی ہوئی تھی۔وہ سورہ بقرہ کی آیت تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نہ لانے والون کے دلوں پہ مہر ثبت کرنے کا ذکر کیا ہے۔

اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا تو انہوں نے قرآن کو دوبارہ بند کر دیا۔

"میں نے جب سائیکالوجی اینڈ قرآن میں پی ایچ ڈی کی تو مجھ پر دل کے بارے میں بہت سے ایسے حقائق کھلے جنہیں میں نہ اپنی ڈگری سے سیکھ پائی اور نہ ہی اپنی قرآن کی ٹیچر سے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی ایمان لانے کی بات کی ہے وہاں دل کا ذکر کیا ہے، 'قلب' کا۔"

انہوں نے لمحے بھر کا توقف کیا۔

"دیکھو زاریہ عقل اور قلب دو مختلف چیزیں ہوتی ہیں۔" انہوں نے انگلیوں کی وی بنائی۔ اور شہادت کی انگلی کو تھاما۔

"عقل کا لفظ عقال سے نکلا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ کوئی ایسی چیز جو ہمارے دماغ کو اوکیوپائے کر لے، دماغ پہ قابض ہو جائے۔"

انہوں نے پھر اپنی درمیانی انگلی کو تھاما۔ "قلب کا جو لفظ ہے وہ انقلاب سے نکلا ہے۔ مطلب کوئی ایسی چیز جو بدلتی رہی ہے۔ قلب پلٹتا رہتا ہے۔ کوئی گناہ کرے تو وہ دل سے توبہ کرتا ہے زاریہ، وہ اپنا دل بدلتا ہے۔"

ان کا فون رنگ ہوا تو انہوں نے بات روک کر فون کی سکرین اٹھا کر دیکھا۔ پھر فون سوئچ آف کر کے سائڈ پہ رکھ دیا۔

Clubb of Quality Content

"تم جانتی ہو تم نے کیا کیا؟ تمہارے ساتھ وہ حادثہ ہوا، ماں باپ مارے گئے۔ وہ حادثہ تمہاری عقل کا حصہ بن گیا، اسنے دماغ میں جگہ بنالی۔ تم ٹراما میں تھی زاریہ۔ تمہیں راتوں کو بھی وہی سب کچھ خوابوں میں نظر آنے لگا تو تم نے اس سے جلد از جلد پیچھا چھڑانے کی کوشش کی۔ تمہیں فیملی ڈاکٹر نے سائکاٹرسٹ کا بتایا تو تم فوراً اس کے پاس چلی گئی۔ اسنے وقتی سکون کے لیے تمہیں ادویات لکھ دیں۔ تم نے انہیں لینا شروع کر دیا۔ پھر دو مہینوں بعد تمہیں احساس ہوا کہ تمہیں دوائیوں کی لت پڑھ گئی ہے۔ تم نے انہیں چھوڑنے کی بھی جلدی کی۔ پھر یاد ہے نہ کیا ہوا تھا؟"

اس نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"انکونشیسنس کی وجہ سے ہاسپٹل ایڈمٹ ہونا پڑا تھا۔" اسے جواب دیتے ہوئے ہچکچاہٹ ہوئی۔ اگر مس مارٹن کے ہزبینڈ اس دن دروازہ نہ توڑتے تو وہ اندر زمین پہ اسی حالت میں پڑی رہتی۔ اسنے جھرجھری لی۔ تبھی لبنا اسکی عیادت کے لیے آئیں تھیں اور اپنی طرف آنے کا کہا تھا۔

"تم نے اپنے دماغ کے اس مسئلے کو ایمان کی کمزوری، دین سے دوری کی وجہ سمجھنا شروع کر دیا۔ اور یہاں سے پھر تمہاری غلط فہمیوں کی لمبی لسٹ شروع ہوئی۔"

انہوں نے انگلیوں پہ گننا شروع کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم نمازوں کو مزید پابندی سے پڑھنے لگی، صبح شام کا ذکر کرنے لگی، قرآن کی تلاوت کرنے لگی، صدقات دینے لگی مگر زاریہ۔۔"انہوں نے اپنا ہاتھ نیچے کیا۔

"تم نے نمازوں کو سکون حاصل کرنے کی نیت سے پڑھنا شروع کر دیا، ذکر کیا تاکہ تم ان خوابوں سے محفوظ ہو جاؤ، قرآن پڑھا تاکہ وہ تمہاری دوائیوں کی جگہ لے لے۔"

اسنے نظریں چرائیں۔ وہ اسے حقیقت کا آئینہ دکھا رہی تھیں۔

"تم اللہ سے سکون کی ڈیمانڈ کرنے لگی۔ اور اب تم شکوہ کر رہی ہو کہ تمہیں سکون نہیں ملا۔ اور اسی نے تمھارے دل میں ایک اور غلط فہمی کو جنم دیا کہ عبادات کام نہیں کر رہیں۔"

"میں اب کیا کروں؟"

"زاریہ سکون اللہ کی خوشنودی میں ہے، اسکی رضا میں ہے۔ نماز، روزہ، تلاوت، اسکے علاوہ اور کیا ہے جو تم صرف اللہ کے لیے کرتی ہو؟ صرف اس کے لیے خالص نیت کے ساتھ۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ اسکے پاس جواب ہی نہیں تھا۔ وہ تو سب اپنے لیے ہی کرتی تھی۔ دعائیں بھی مانگی تو یہی کہ اللہ سکون دے، روحان کو ٹھیک کر دے، یہ دعا تو کبھی مانگی ہی نہیں کہ وہ راضی ہو جائے۔ اسکا سانس تھم گیا تھا۔ لمحہ، انکشاف کا لمحہ تھا۔

لبنا نے ہلکی سی مٹھی ٹیبل پہ ماری۔

"یہی تو زاریہ، یہاں کام کرنا ہے۔اسکی رضا میں راضی ہونا ہے، وہ حادثہ ہوا، وہ اللہ کی مرضی سے ہوا تھا، روحان کے ساتھ جو ہوا وہ اسکا حکم تھا۔" انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

"تمہیں خواب آتے ہیں، وہ آتے رہیں گے جب تک تم اس حادثے کو تسلیم نہیں کر لیتی ،ماں باپ کی موت کو مان نہیں لیتی، اسکی مرضی کے آگے سر نہیں جھکا لیتی۔"

ایک آنسو اس کی آنکھ سے ٹوٹ کر ان کے ٹیبل کہ شیشے پہ گرا اور چمکنے لگا۔

"اب میری بات غور سے سنو۔ صبر ہر چیز میں ضروری ہوتا ہے۔اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔ صبر کے ساتھ خود کو وقت دو، ہیل ہونے کا، ریکور کرنے کا۔اپنے دماغ کو سٹریس میں مت ڈالو۔ خواب آتے ہیں مگر آنکھ کھل ہی جاتی ہے، وہ غائب ہو ہی جاتے ہیں۔ اینٹی ڈیپریسنٹ آہستہ سے اپنی زندگی سے نکالو۔ یک دم کٹ آف مت کرو۔ عبادات کی نیت بدلو، اللہ سے سکون چاہتی ہو تو اپنے دل کی مضبوطی مانگو، اس کی رضا اور مدد مانگو۔" انہوں نے اسکا ہاتھ تھپکا۔

زاریہ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے آنسو صاف کیے۔اسے جواب مل گئے تھے۔

وہ انکے کلینک سے فارغ ہو کر گروسری سٹور گئی۔ وہاں سے ضرورت کا سامان لیا۔

ایک آئس کریم کا ڈبہ بھی اٹھا کر ٹرالی میں رکھا۔اسنے آخری بار آئیس کریم کب کھائی تھی؟شاید اس حادثے سے تین دن پہلے۔اسے یاد نہیں تھا۔

پھر وہ فارمیسی گئی۔روحان کی میڈیسنز لیں۔سامان گاڑی میں رکھا۔اسکا دل مطمئن تھا۔سر میں درد بھی نہیں ہو رہا تھا۔لبنا کے الفاظ مرہم تھے۔وہ ٹھیک کہتی تھیں۔اسے صبر کرنا تھا۔

....

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

رات ہو چکی تھی، مگر وہ اسی سٹور روم کے ایک کونے میں گرد سے اٹی ہوئی فائلوں کی خاک چھان رہا تھا۔جو فائل اسنے ہاتھ میں پکڑی تھی اسے اسنے زور سے دوسری فائلوں کے ڈھیر پہ دے مارا۔

اسے ایک چھتیس سال پرانی فائل ملی تھی اور تین چالیس سال پرانی۔مگر وہ چھبیس سال پرانی فائل نہیں ملی۔اسنے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔انکی لکیریں گرد کی وجہ سے گہری ہو گئی تھیں۔

"صاب جی، اگلا گھنٹہ شروع ہو گیا ہے۔" دور سٹول پہ بیٹھے چوکیدار نے باور کروایا۔

دایان نے ایک اور ہزار کا نوٹ جیب سے نکالا اور اسکی طرف بڑھایا۔

چوکیدار کی آنکھیں مزید چمکی۔ وہ نوٹ تھامنے لگا مگر رک گیا۔ دایان نے اپنے انگوٹھے کو حرکت دی۔ وہاں پانچ سو کا نوٹ بھی تھا۔

"کیا پوچھنا ہے؟" چوکیدار نے اسکی گہری آنکھوں میں دیکھا۔

"یہاں مجھ سے پہلے کوئی اور آیا تھا، ان فائلوں کو جانچنے کے لیے؟"

چوکیدار نے چند لمحیں سوچا۔ پھر سر نفی میں ہلا دیا۔ دایان نے نوٹ اسکی طرف بڑھا دیے۔ اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔

"لیکن صاب وہ پچھلے سال میرے ساتھ جو کام کرتا تھا نہ جیدا۔ اسکی ڈیوٹی کے دوران ایک لڑکا آیا تھا۔ مگر اسنے آپ کی طرح پیسے نہیں دیے تھے۔ اسنے اپنا کارڈ دکھایا تھا۔"

دایان کی آنکھوں میں استعجاب ابھرا۔

"کیسا کارڈ؟؟"

"پتہ نہیں انگریزی میں تھا۔ کہہ رہا تھا کہ میں جاسوس ہوں۔"

دایان نے چند لمحیں کچھ سوچا اور پھر پوچھا۔

"اسکی آنکھوں کا رنگ کیا تھا؟"

"براؤن تھا شاید میرے جیسا۔"

اسنے سر ہلادیا۔ایک نظر پھر اس ردی کے ڈھیر کو دیکھا۔جسے دیکھنے کے لیے اسنے مسلسل چار گھنٹے لگائے تھے۔

"اور وہ ایک فائل ساتھ لے گیا۔" دایان نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔"میں نے بہت روکا مگر آنکھیں دکھا کر چلا گیا۔"

"شکل یاد ہے تمہیں اسکی؟"

"ٹھیک سے نہیں یاد، بس گورا سا رنگ تھا، اچھی شکل تھی۔"

"خاکہ بنوا سکتے ہو؟"

"جو میرے ذہن میں ہے اس حساب سے تو اسکا دھندلا سا خاکہ بنے گا۔"

دایان نے ایک بے زار نگاہ اس پر ڈالی۔اب وہ بلاوجہ فری ہو رہا تھا۔اسنے اپنا بیگ کندھے پہ ڈالا اور نکلتا بنا۔

"نہ سلام نہ دعا۔میں اتنی دیر بیٹھا رہا اسکے لیے۔بھلائی کا زمانہ ہی نہیں رہا۔"

وہ باہر گیٹ پہ آکر اپنے جیب سے اسکے دیے ہوئے پیسے گننے لگا۔اچھی کمائی ہوئی تھی۔

وہ وہاں سے نکل کر سڑک پہ چل رہا تھا۔ٹھنڈی ہوا کے تھپیڑے اسکے چہرے پہ پڑ رہے تھے۔ماتھے پہ گرتے بال وقفے وقفے سے اڑ کر پیچھے جاتے پھر آکر پیشانی پہ بکھر جاتے۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

اسکی سرمائی آنکھوں نے سرمائی بادلوں کے حصار میں چھپے چاند کو دیکھا۔اسکا اسلام آباد سے یہاں شفٹ ہونا، پھر کورٹ جوائن کرنا،اور سلطان ابراہیم کی بیٹی سے ملنا۔وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ سب شروعات ہے کسی مکافات کی۔

اسنے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا۔اسکے مڑے ہوئے کونے بتا رہے تھے کہ وہ بہت پرانا کاغذ تھا۔اندر پرنٹ شدہ الفاظ مٹے مٹے سے تھے۔

وہ کسی رپورٹ کا ایک کاغذ تھا۔صرف ایک صفحہ،اور اسی میں سلطان ابراہیم کے رئیل اسٹیٹ بزنس کا ذکر تھا۔اسنے کتنی راتیں اس کاغذ کو بار بار پڑھتے ہوئے گزار دی تھیں۔وہ اسی کاغذ کی رپورٹ ڈھونڈنے آیا تھا مگر اسکی تلاش کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔

سر جھکا کر چلتے ہوئے اسنے کاغذ پہ چھپے حروف پہ انگلی پھیری۔کسی نے جان دے دی تھی انکو لکھنے کی وجہ سے۔اسکی آنکھوں میں ہلکی سی نمی ابھری۔اسنے وہ کاغذ تہ کر کے واپس جیکٹ کی جیب میں ڈالا۔اور یوں ہی سر جھکائے چلنے لگا۔

اس کی گاڑی دور کھڑی تھی۔وہاں تک اسے پیدل ہی جانا تھا۔

....

اگلے دن وہ صبح اٹھی تو باہر ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ بادل البتہ بہت گہرے تھے۔

اسنے فجر کی نماز پڑھی۔اور پھر قرآن پکڑ کر روحان کے کمرے میں آگئی۔

ڈھیلا ڈھالا سا ٹی شرٹ پہنے اوپر لحاف سینے تک لیے سو رہا تھا۔ایک ہاتھ پہ کینیولا لگا تھا اور وہ بیڈ سے نیچے لٹک رہا تھا۔ زاریہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر چوما اور پھر اسکے سینے پہ رکھ دیا۔اسکے ماتھے پہ بکھرے بال سہلائے۔اسکے گلے سے اک چین جھلک رہی تھی۔

زاریہ وہیں بیڈ پہ بیٹھی اور قرآن کا مطلوبہ صفحہ کھولا۔وہ روز یوں ہی اسکے سرہانے بیٹھ کر قران پڑھتی تھی۔ پھر قرآن بند کر کے سائڈ پہ رکھا۔اپنے چہرے کے گرد سے دوپٹہ ڈھیلا کیا ۔اسنے سادھے کپڑوں کے اوپر ڈھیلا ڈھالا سا سوئٹر پہن رکھا تھا۔

وہ کچن میں گئی، فریج سے انڈے نکالے، کیبن سے بریڈ نکالی۔اور کاونٹر پہ یہ چیزیں رکھ دیں۔ کچھ دیر بعد وہ انڈہ بریڈ پلیٹ میں سجائے دوسرے ہاتھ میں کافی کا مگ پکڑے لاونج میں آئی۔

اپنا ناشتہ ٹیبل پہ رکھا۔ کھڑکی پہ گرے سفید پردے ہٹائے۔اور پھر کھڑکی کھول دی۔

پردے ہوا سے لہرانے لگے۔ کرسی کھڑکی کے ساتھ رکھی اور کافی کا گھونٹ بھرا۔

اسکے کانوں میں باتوں کی ہلکی سی آوازیں آنے لگیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہمسائے بھی کھڑکی کے پاس بیٹھ کر اکھٹے ناشتہ کر رہے تھے۔(حیرت ہے!)وہ مسکرائی۔ اسنے گھڑی کی طرف دیکھا گھنٹے تک داؤد نے آنا تھا۔پھر وہ اس کے بعد کورٹ کے لیے نکلتی تھی۔اسکے پاس ابھی کافی وقت تھا۔

اسے اب سوچنا تھا کہ آگے کیا کرنا ہے۔پہلا کام تو طے تھا کہ اسے فائل دوبارہ کھلوانی ہے۔اب باقی بچے روحان کا علاج اور رئیل اسٹیٹ بزنس کی باگ دوڑ اپنے ہاتھوں میں لینا۔اسکے لیے اسے ملک صباحت پہ کیس کرنا پڑے گا کیوں کہ وہ سیدھی طرح نہیں مانے گا۔

جب اس نے یہ دو کیسز کھلوانے ہیں تو اسے اپنی انرجی اور دماغ دونوں بچا کر رکھنے پڑیں گے۔وہ سوچتے ہوئے کھا رہی تھی کہ ساتھ والے اپارٹمنٹ سے آنے والی آوازیں شور میں بدل گئیں۔

زاریہ کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔وہ دونوں میاں بیوی پھر سے لڑ رہے تھے۔وہ اٹھی اور کھڑکی بند کر دی۔انکی آوازیں آنا بند تو نہ ہوئیں البتہ شور تھم گیا۔اسنے اپنے خالی برتن اٹھائے اور کچن کی طرف بڑھی۔برتن سنک میں رکھے ہی تھے کہ دروازہ بجا۔

وہ دروازہ بجانے کے انداز سے ہی پہچان گئی تھی کہ کون ہو سکتا ہے۔اسنے لمبی سانس خارج کی اور دروازہ کھولا۔وہ سامنے کھڑیں تھیں۔

Clubb of Quality Content

"مورنینگ مس مارٹن۔" اسنے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا۔ وہ گلے میں پہنی صلیب گھماتے ہوئے داخل ہوئیں۔

"آپ بیٹھیں میں ابھی آتی ہوں۔" وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ مس مارٹن اسی کرسی پہ جا کر بیٹھ گئی جہاں چند منٹ پہلے زاریہ بیٹھی تھی۔ زاریہ دو منٹ بعد کمرے سے آئی تو اسکے ہاتھ میں خاکی رنگ کا لفافہ تھا۔

اسنے لفافہ میز پہ رکھا اور خود دوسری کرسی کھینچ کر ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئی۔

مارٹن نے ایک نظر اسے دیکھا اور ایک نظر خاکی لفافے کو۔ پھر لفافا اٹھایا۔ وہ کھلا ہوا تھا۔

اور اندر سے ڈیورس پیپرز جھانک رہے تھے۔

انہوں نے زاریہ کو دیکھا۔ نم آنکھوں سے مسکرائی۔

"میں نہ کہتی تھی، وی شئیر اے سپیشل ریلیشن! میں آئی اور تم میرے آنے کا مقصد سمجھ گئی۔"

"وی شئیر دا سیم وال۔" وہ مسکراتے ہوئے بڑبڑائی۔

"سوری؟" انہوں نے کاغذ سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں کہہ رہی تھی کہ اس دفعہ فائنل ہیں یاں ڈینیل انکل پھر سے منا لیں گے؟" یہ پانچواں لفافہ تھا جو اس نے انہیں دیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نو، نیور! اب میری برداشت ختم۔" انہوں نے آنکھ کا کنارہ صاف کیا۔ "میں یہ سائن کر کے بجھواتی ہوں۔" خاکی لفافہ لہرایا۔

زاریہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ چلی گئیں تو وہ کورٹ جانے کے لیے تیار ہو گئی۔ داود آ گیا تھا۔ اور روحان کے کمرے میں تھا۔ وہ دروازہ بند کرتے ہوئے باہر نکلی۔ لفٹ کا بٹن دبایا۔ مس مارٹن کے بند دروازے کو دیکھا۔ شاید ڈینیل انکل نے منا لیا ہو۔ اس نے کندھے اچکائے۔

لفٹ کا دروازہ کھلا، وہ اندر جانے ہی والی تھی کہ اسکی نظر کسی چیز پہ پڑی۔ اسکے دروازے کے کونے میں پڑے آرٹیفیشل گملے میں کچھ پڑا تھا۔

وہ گئی اور اس چیز کو اٹھایا۔ وہ پرندہ تھا، مٹی کا تراشا ہوا پرندہ۔ اسکی اوپر ریزن کی تہہ چمک رہی تھی۔ اس پہ تھوڑی سے مٹی لگی ہوئی تھی۔ اسنے نا سمجھے سے پرندہ ہاتھوں میں لیے اپنا رخ واپس لفٹ کی طرف موڑا۔ وہ جا چکی تھی۔

اسنے سیڑھیوں کا رخ کیا۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ پرندے کا جائزہ لے رہی تھی۔ یہ کس نے رکھا تھا اس گملے میں؟ کون رکھ سکتا تھا؟ اور کوئی کیوں رکھے گا؟

اسکا دماغ الجھ گیا تھا۔

Clubb of Quality Content

....

دایان اپنی چئیر پہ بیٹھا اسے دائیں بائیں گھمار ہا تھا۔چئیر کے پیچھے اسکا کوٹ لٹک رہا تھا۔
قلم ہاتھوں میں پکڑے وہ اسکا ڈھکن بار بار کھول کر بند کر رہا تھا۔
آنکھیں پر سوچ انداز میں چھوٹی کیے سامنے سافٹ بار ڈ پہ جمی تھیں۔
دفعتاً دروازہ کھلا۔اور حمزہ چائے کے دو کپ ہاتھ میں لیے اس کے ساتھ آ بیٹھا۔چائے کے کپ میز پہ رکھے۔اسے غور سے دیکھتے ہوئے بیٹھا۔
"کیا بات ہے تھکے ہوئے لگ رہے ہو؟"
"نہیں کچھ خاص نہیں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"زاریہ سے ملے تو تم نے اسے پہچان لیا، ہے نا؟" وہ چائے کے کپ سے سپ لیتا ہوا بولا

۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
"تم نے جان بوجھ کے اسے میرے پاس بھیجا تھا کیس پاس کرنے کے لیے؟" اسنے ٹیک چھوڑ کر اپنا کپ تھاما۔
"ہاں، جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر۔تو مسٹر کیا بنا کوئی مدد ملی؟"

اسنے نفی میں سر ہلایا۔"مجھے نہیں لگتا کہ وہ جانتی ہے۔"

"تو تم اسے بتا دو۔"

دایان نے بھوئیں سکیڑ کہ اسے دیکھا۔"کیا بتاؤں؟"

"یہی کہ اسکے باپ کی اس بزنس کمپنی میں کیا ہوتا ہے۔اور اسی وجہ سے تمہارے ساتھ

--"

دایان نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔

"اسکا کوئی فائدہ نہیں؟"

حمزہ نے اپنا کپ نیچے رکھا اور ہاتھ باہم باندھے۔"کیوں فائدہ نہیں؟"

"وہ لڑکی بیمار ہے میری کیا مدد کرے گی۔"

حمزہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔"کیا کہا؟"

"مطلب اس دن وہ ایک دم سے آف ہو گئی تھی۔صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ میڈیکیشن پہ ہے۔"اسنے اپنا خالی کپ بن کی طرف اچھالا۔وہ چند دوسرے کاغذات پہ گرا۔تھوڑی سی چائے ان پہ چھلکی۔

حمزہ نے ہونٹ بھینچے۔

"اگر تم نے یہ بات اسکے سامنے کہی تو وہ تمہیں چیر پھاڑ دے گی۔"

Clubb of Quality Content

دایان نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔"وہ تو بہت اچھی لڑکی لگتی ہے اتنی خونخوار تو نہیں ہو گی
"۔

"وہ بہت اچھی اور انپریڈیکٹیبل ہے۔"

"خیر میں کل وہ فائل ڈھونڈنے گیا تھا۔"اسنے غور سے حمزہ کی آنکھوں کا رنگ دیکھا۔
ڈارک براؤن۔حمزہ کی گردن میں گلٹی ڈوب کر ابھری۔

"پھر؟"اسنے احتیاط سے پوچھا۔

"کوئی لے گیا۔"نہیں اسکا رنگ سانولا تھا، گارڈ نے گورے چٹے آدمی کا ذکر کیا تھا۔

"کون؟"اسنے حیران ہونے کی کوشش کی۔

"پتہ نہیں کون۔"وہ کوفت سے بولا۔"اب میں کیا کروں؟کیس کا سارا دارو مدار اس
فائل پہ ہے۔"

"کوئی ڈیٹیکٹیو آفیسر ہائر کر لو۔"وہ مسکراہٹ دبائے بولا۔

دایان نے سر جھٹکا۔

"خیر میں تم سے ایک کیس کے حولے سے مشورہ مانگنے آیا تھا۔"وہ مدعے پہ آیا۔

"میں بھی کہوں چائے اتنی میٹھی کیوں ہے۔"دایان نے افسوس سے بن میں پڑے
ہوئے کپ کو دیکھا۔

"اچھا طعنے بعد میں دینا پہلے میری سنو۔۔۔۔"وہ اسے بتانا شروع ہوا اور وہ سننے لگا۔

....

زاریہ اپنی گاڑی میں بیٹھی۔وہ صرف تھوڑے سے وقت کے لیے ہی کورٹ آئی تھی۔
اس نے گاڑی سٹارٹ کی تو اسکی نظر ڈیش بورڈ پہ موجود پرندے پہ پڑھی۔وہ صبح اسے ادھر رکھ گئی تھی۔

"ہو سکتا ہے کہ کسی بچے نے رکھا دیا ہو؟"اسنے کندھے اچکائے۔ویسے پرندہ تھا خوبصورت۔اسکی گاڑی سڑک پہ دوڑ رہی تھی مگر وہ سڑک اپارٹمنٹ کی طرف نہیں جاتی تھی۔

آدھے گھنٹے کی ڈرائیو پہ اسکی گاڑی رکی۔وہ سفید رنگ کی ایک عمارت تھی۔وہ بچوں کا کینسر ہاسپٹل تھا۔وہ ہسپتال میں داخل ہوئی تو سامنے بیٹھا ریسیپشنسٹ اسے دیکھ کر مسکرایا۔
وہ تھوڑا آگے گئی تو دو ڈاکٹرز رکے اور مسکرا کر سلام کیا۔

ناولز کلب
Clubs of Quality Content

فرش پہ موپ لگاتی عورت نے اسے دیکھا تو اسے دعائیں دیں۔زاریہ انہیں دیکھ کر مسکرائی۔پھر وہ ایک دروازے کے باہر رکی۔ تین دفعہ کھٹکٹایا۔"کم ان" کی آواز آئی تو اسنے دروازہ کھولا۔

سامنے بیٹھی عورت اسے دیکھ کر نرمی سے مسکرائی۔ڈاکٹر ایمان گل اسے دیکھ کر ایسے ہی خوش ہوا کرتی تھیں۔خوش کیسے نہ ہوتیں۔یہ لڑکی انکے اس ہاسپٹل کے لیے انتہائی اہم ڈونیشنز دیا کرتی تھی۔

چند لمحوں بعد ان کے ٹیبل پہ لوازمات کے ساتھ چائے پیش کی جا چکی تھی۔زاریہ نے چائے کا آدھا کپ پیچے رکھا۔

"آپ نے سب کو بتادیا۔"اسے شرمندگی ہوئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ مسکرائی"کیوں نہ بتاتی، تمہارے ڈیڈ نے بھی منع کیا تھا پر میں نے انکا بھی نام سب کو بتایا تھا۔تاکہ سب انکا نام لے کر دعائیں کیا کریں۔"

وہ مسکرائی یہ کام اسکے بابا اپنی زندگی میں کیا کرتے تھے۔اب وہ کرتی تھی۔

اسنے ہر بار کی طرح ایک خطیر رقم کا چیک ان کی طرف بڑھایا۔

وہ چیک پکڑتے ہوئے مزید مشکور ہوئیں۔

تھوڑی دیر مزید بیٹھنے کے بعد وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔جب وہ جانے لگی تو انہوں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"میں دعا کرونگی کہ اللہ تمہارے بھائی کو صحت دے، تمہیں سکون دے زاریہ۔"

زاریہ کے حلق میں تکلیف ہوئی۔وہ یہ دعا ہمیشہ کرتی تھیں۔اسی نے ان سے یہ دعا کرنے کو کہا تھا۔

"یہ دعا کیجیے گا کہ اللہ میرا یہ چھوٹا سا تحفہ قبول کرے، صرف یہی دعا کیجیے گا۔"

ڈاکٹر ایمان نے حیرانی سے اسے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔

اسکی دعائیں بدل گئی تھیں۔

"اللہ بچی کے حالات بھی بدل دے۔" انہوں نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے دروازے کو دیکھا۔

....

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دائم اس وقت ایک آفس نما کمرے میں کھڑا تھا۔اس کا آفس اتنا شاندار نہ تھا۔دیواریں نیچے سے درمیان تک نیلی،اور باقی سفید،ایک طرف کرسی میز۔

ایک دیوار پہ کھڑکی کے ساتھ الماری اور کھڑکی کے سامنے والی دیوار پہ سافٹ بورڈ لگا تھا اور اس پر بہت کچھ لگا تھا،وہ اسی بورڈ کے آگے کھڑا تھا۔رف سی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس وہ کسی نقطے پہ غور کر رہا تھا۔

اس نے دفعتاً ہاتھوں میں پکڑا لال مارکر کھولا۔اور ایک تصویر پہ دائرہ بنایا۔

"ملک صباحت۔"

زاریہ کے بیان کے مطابق اسفر نے سلطان اور عزما کو گولی ماری تھی۔اس نے اسفر کی تصویر کے گرد دائرہ بنایا۔

روحان پہلے ہی گھر سے غائب تھا اور یہ لوگ اسے یرغمال بنا کر لائے۔اور پھر زاریہ نے اسے اور اسفر کو آپس میں لڑتے دیکھا جس وجہ سے اس کے سر پہ گہری چوٹ آگئی اور وہ معزور ہو گیا۔

ایک سرخ دائرہ روحان کی تصویر کے گرد بھی بنا۔وہ اس فائل میں موجود سارا ڈیٹا ریکال کر رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

اور اسفر اس بزنس میں ملک صباحت کے لیے کام کرتا تھا۔اس سے تو صاف ظاہر ہوا کہ ملک نے ہی سلطان کا قتل کروایا ہے۔اس نے مار کر بند کیا۔

وہ قدم قدم چلتا کرسی تک آیا۔

اب مجھے ملک صباحت کے خلاف قتل کے ثبوت ڈھونڈنے ہیں۔وہ کرسی کھینچ کے بیٹھا۔ ایک نظر پھر سے روحان کی تصویر کو دیکھا۔روحان کے سر پہ لڑائی کی وجہ سے چوٹ لگی۔ہو سکتا ہے کہ وہ کچھ جانتا ہو۔اسنے کندھے اچکائے۔

اسکا موبائل بجااور سکرین پہ ایک نام جگمگایا۔دایان کالنگ۔وہ چند لمحے سکرین کو دیکھتا رہا پھر اس نے کال اٹھالی۔

"کہاں ہو؟"دایان نے فون چھوٹتے ہی پوچھا۔

"کوئی کام تھا؟"وہ بھی محتاط ہوا۔

"ہاں کام تو تھا لیکن لگتا ہے تم مصروف ہو۔"وہ خود ابھی کورٹ میں ہی تھا۔مختلف راہداریوں سے چلتا اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

"نہیں میں مصروف تو نہیں۔"

"جلدی گھر آجانا۔مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

Clubb of Quality Content

"ہوں۔" دوسری طرف سے فون ڈیسکنیکٹ ہو گیا۔دایان نے شاید اسکا ہوں بھی نہیں سنا تھا۔ کیا مصیبت ہے۔اسنے فون میز پہ پھینکا۔بھائی بھی نا! اسنے کوفت سے اپنا سر جھٹکا۔ وہ جتنی دیر کر سکتا تھا اسنے اتنی دیر کی۔رات کو ڈھائی بجے کے قریب وہ گھر میں داخل ہوا ۔لاؤنج اور اوپن کیچن اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔اسنے ایک لائٹ آن کی۔ پھر وہ مڑا تو بری طرح ڈر گیا۔

"آپ نے میری جان نکال لی بھائی!!"

دایان کھڑکی کے ساتھ والے صوفے پہ بیٹھا ہوا تھا۔نیلے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس دائیں پیر کو بائیں گھٹنے پہ رکھے، سرمئی آنکھیں چھوٹی کیے اسی کو دیکھ رہا تھا جس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ وہ قدم قدم چلتا دایان کے سامنے آیا۔ساتھ کچن کاؤنٹر کی ایک کرسی بھی کھینچ لایا۔ پھر اس پہ بیٹھ گیا۔

"کہاں تھے؟" دایان نے غور سے اسکا چہرا دیکھا۔

"یہیں تھا۔دوستوں کے ساتھ۔"

"کونسے دوست؟"

اسنے چند لمحیں لب کاٹے۔"ایسے ہی بن گئے ہیں کچھ۔" اسنے کندھے اچکائے۔

"میں بے وقوف ہوں یاں تم؟" دایان نے آبرو اٹھایا۔

وہ خاموش ہو گیا۔بھائی تیاری کے ساتھ آئے تھے۔

"تم ہو،اور وہ بھی میری سوچ سے زیادہ۔"

دائم نے سر اٹھایا۔کچھ بھی نہیں کہنا چپ چاپ لیکچر لے لینا۔(کچھ بھی نہیں کہنا، کنٹرول
)

"تم نے یہاں آ کے کوئی ڈیٹیکٹیو ڈیپارٹمنٹ جوائن کر لیا ہے۔مجھ سے یا آغا جان سے مشورہ لینا بھی گوارہ نہیں کیا؟"

"اس میں کوئی حرج ہے کیا؟"اسکا لہجہ پست تھا۔

"حرج کیا ہے ؟تم مجھ سے حرج کا پوچھتے ہو؟"اسے حیرانی ہوئی۔

دایان نے پیر گھٹنے سے ہٹا کر نیچے رکھا اور آگے کو ہوا۔

"تم پچھلے سال بھی لاہور میں یہی کرتے رہے ہو۔اسلیے آغا جان نے تمہیں واپس بلوالیا۔

وہ یہ سب نہیں چاہتے دائم۔"اسنے اسے نیک نیم سے نہیں پکارا۔

"مگر میں چاہتا ہوں۔"اسکا لہجہ تیز ہوا۔

"تم جس زاریہ سلطان کے لیے کام کر رہے ہو۔میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔یاں اسکی سٹوری کتنی ٹریجک ہے۔میں بس اتنا جانتا ہوں کہ اسکا تعلق ایلیٹ کلاس سے ہے۔اور ایسے

Clubb of Quality Content

لوگوں کے دشمن بھی ایلیٹ ہوتے ہیں۔انہیں تمہاری بھنک بھی پڑھ گئی تو وہ تمہیں بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

"آپ کو لاہور کورٹ ٹرانسفر ہونے کا مشورہ ڈیڈ نے دیا تھا؟" وہ مشکوک ہوا۔

"تم اپنی اس فینٹسی سے باہر نکلو۔ تمہاری جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔" دایان نے اسکا سوال نظر نداز کیا۔

"انہوں نے آپ کو مشورہ دیا تھا؟تا کہ آپ مجھ پر نظر رکھ سکیں!" وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہوا۔اس کا چہرا تمتمارہا تھا۔

"ڈیمی آرام سے بیٹھ کر میری بات سنو۔" دایان نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاؤ ڈیئر یو سپائی آن می؟" بولتے ہوئے اس کی کنپٹی کی رگیں ابھرنے لگیں۔

"آئی ایم ناٹ سپائینگ آن یو۔" دایان بھی صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔اس کی بھوئیں سکڑ گئیں۔

"میں صرف تمہاری حفاظت کے لیے کہہ رہا ہوں۔" وہ حتلمقدور اپنا لہجا نرم رکھے ہوئے تھا۔

"آپ کو ضرورت نہیں ہے میری حفاظت کرنے کی۔" اس نے ہاتھ جھلایا۔

"مجھے کیوں ضرورت نہیں ہے؟ میں بڑا "بھائی" ہوں تمہارا!"

"نو، یو آر ناٹ !!" بولنے کے بعد اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور پھر جب اس نے دایان کا چہرہ دیکھا تو غلطی کی تصدیق ہو گئی۔ دور کہیں کچھ بہت زور سے ٹوٹ کر بکھر گیا تھا۔ اس کا چہرا سرخ ہو چکا تھا۔ وہ چند لمحے ساکت سا اسے کھڑا دیکھتا رہا۔ جیسے شاک میں ہو۔ سماعتوں پہ یقین نہ آیا ہو۔

پھر وہ چپ چاپ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کے ساتھ لگے کی ہولڈر سے گاڑی کی چابی نکالی اور دروازے سے باہر نکل گیا۔

"بھائی !" اس نے پیچھے سے آواز دی مگر وہ دروازہ بند کر کے جا چکا تھا۔ اسنے اپنا سر پکڑا۔

"کہا بھی تھا چپ رہنا۔" اسنے اپنی پیشانی مسلی۔

پھر وہ خود کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ راستے میں پڑی ہوئی میز کو زور سے ٹھوکر ماری۔

"ڈیم اٹ !"

....

وہ اپنے کمبل میں دبک کے لیٹی ہوئی تھی۔ اسے نیند آ رہی تھی۔ آج کا سارا دن اسکی آنکھوں سے ایک فلم کی طرح گزر رہا تھا۔

اسکی آنکھیں بند ہونا شروع ہوئی تو اسنے لیمپ آف کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ مگر اسکا ہاتھ لیمپ تک پہنچنے سے پہلے ہی بے سدھ ہو گیا۔ دوا اسی طرح اثر دکھاتی تھی۔

کمرے کا دروازے کلک کی آواز کے ساتھ کھلا۔ پھر کسی نے دروازے کو ہلکا سا دھکیلا۔

آدھ کھلی کھڑکی سے آتی چاند کی روشنی اسکے سیاہ وجود پہ پڑی۔ لیکن وہ وجود کے اندر کی سیاہی تک نہ پہنچ سکی۔ اس نے ایک قدم مزید آگے بڑھایا تو چاند کی روشنی نے اسے چھونا بند کر دیا۔

سامنے وہ اپنے بستر پر بے خبر سو رہی تھی۔ اس کے قدم آگے بڑھے۔ وہ عجیب طریقے سے چل رہا تھا۔ جیسے اسکی ٹانگوں میں لغزش ہو۔

وہ آہستگی سے قدم اٹھاتا زاریہ کے سر پر پہنچ گیا۔ ہاتھ بڑھا کر اسکی گردن پہ رکھے۔ اور اپنی پوری قوت سے اسکا گلہ دبایا۔

زاریہ کی آنکھیں یک دم کھلیں۔ اسنے اپنی گردن پر ہاتھ رکھا۔

اس کے سینے میں درد اٹھ رہا تھا۔ آنکھوں سے پانی نکلنا شروع ہو گیا۔

وہ اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے اسکے ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ مار رہی تھی۔

وہ اپنے پیر بستر پر رگڑ رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

پھر اسکے پیر ہلنا بند ہو گئے۔اس کے ہاتھ اپنی گردن سے علیحدہ ہو کر نیچے کو جا گرے۔

سیاہ وجود نے اپنے ہاتھ اس کی گردن سے ہٹھائے۔

تو کیا وہ مر گئی تھی؟ شاید۔

وہ دروازے سے ابھی باہر نکلا ہی تھا کہ اسے زاریہ کی کھانسنے کی آوازیں آئیں۔

اس نے پچھلی بار کی طرح ہی اس کی کیروٹڈ وین دبادی تھی۔

(ہماری گردن کی وہ شریان جس پر اگر زور زور ڈالا جائے تو وہ بلاک ہو کر بے ہوشی کا سبب بن سکتی ہے)۔اس نے اپنی آنکھیں میچیں۔ تیسری بار بھی وہ ناکام ہوا تھا۔

زاریہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھی۔اسے دروازے کے باہر کوئی کھڑا نظر آیا۔وہ شاید پیچھے مڑ کے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔خوف کی ایک شدید لہر اسکے پورے جسم میں سرایت کر گئی۔یہ ہیلو سینیشن نہیں تھی!!

اسکے دروازے پہ کوئی کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔جس نے ابھی اس کا گلا دبا کر اسے مارنے کی کوشش کی تھی۔

وہ ہمت جمع کرتی اپنے بستر سے اٹھی۔آنکھیں اسی پہ رکی تھیں۔اور شاید اُس کی بھی۔

جیسے ہی وہ کھڑی ہوئی۔سامنے کھڑے شخص نے ہاتھ بڑھا کہ اس کے کمرے کا دروازہ دھاڑ سے بند کیا۔لمحے بھر کو تو زاریہ کا دل اچھل کے حلق میں آگیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ پیچھے دیوار کہ ساتھ جا لگی۔ لیکن اگلے ہی لمحے وہ دروازے کی طرف بھاگی۔"روحان !!"وہ حلق کے بل چلائی۔

اس نے دروازے پہ ہاتھ رکھا اور لاکڈ تھا۔وہ جلدی سے اپنے سائڈ ٹیبل کی طرف آئی اور دراز کھول کہ چیزیں ادھر ادھر کرنے لگی۔اسے اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ وہ لائٹ آن کر لے۔دماغ میں کوئی خیال آرہا تھا تو وہ یہ۔کہ اگر اس نے روحان کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو؟

اسکا معزور بھائی کیسے اپنا دفع کرے گا؟دوسری طرف وہ روحان کے کمرے میں داخل ہوا۔ادھر بھی اندھیرا تھا۔اندھیرے کی وجہ سے جب وہ آگے بڑھا تو اسکا پیر بہت زور سے روحان کے بیڈ سے ٹکرایا۔وہ لمحے بھر کو تکلیف کے باعث جھکا۔اسے دوسرے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔وہ پھرتی سے سامنے کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔

چابی سے دروازہ کھولنے کے بعد وہ بھاگ کر روحان کے کمرے میں آئی۔اسکے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

اس نے بے اختیار سوئچ بورڈ پہ ہاتھ مارا۔کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔اور روحان بیڈ پہ لیٹا بے خبر سو رہا تھا۔وہ اسکے قریب آئی۔اس کی ناک کے نیچے انگلیاں رکھ کے سانس چیک کی۔وہ ٹھیک تھا۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

آنسوؤں سے زاریہ کا چہرہ پہلے ہی بھیگا ہوا تھا۔اس نے روحان کا سر ادھر ادھر موڑ کہ چیک کیا۔اس کی گردن ذرا اٹھا کر دیکھی۔ کہیں کوئی نشان نہیں تھا۔اس نے آنکھیں بند کر لیں ایک لمبی سانس اندر کھینچی اور پھر باہر نکالی۔

آنکھیں کھولیں تو آنسوں کے دو تین قطرے اس کی آنکھ سے بہہ نکلے۔وہ جھکی اور روحان کا ماتھا چوما۔اس کے سر سے بال مزید پیچھے کیے۔پھر اس نے گردن موڑ کہ کھڑکی کو دیکھا۔ یقیناًوہ ادھر سے بھاگا ہے۔

وہ کھڑکی کے پاس گئی اور باہر جھانک کے دیکھا۔دھند میں اسے کوئی بھی نظر نہ آیا۔ کھڑکی اندر سے لاکڈ تھی۔اسے آسانی سے کھولا جاسکتا تھا۔

اور پھر اسکا اپارٹمنٹ بھی پہلے فلور پہ تھا آسانی سے چھلانگ لگائی جاسکتی تھی۔

اس نے پیچھے مڑ کے فرش کو دیکھا۔وہ بلکل صاف تھا۔کہیں کوئی گرد نہیں۔کوئی مٹی نہیں تھی۔کیا اس نے جوتے نہیں پہنے ہوئے تھے؟

وہ اسکے اپارٹمنٹ میں آیا کیسے ؟کیا وہ یہاں پہلی بار آیا تھا؟یقینا نہیں۔وہ پہلے بھی آیا ہو گا ۔اور شاید اسی وجہ سے روحان اس رات مس مارٹن کو گرا ہوا ملا تھا۔

اف اللہ!! مگر وہ آیا کیسے ؟؟

وہ باہر بھاگی ٹی وی لاونج میں بھی اندھیرا تھا۔البتہ کچن کی لائٹ جل رہی تھی۔

اس نے مین ڈور چیک کیا۔وہ کھلا ہوا تھا۔

وہ جو کوئی بھی تھا یہیں سے اندر آیا تھا۔اس نے ڈبل لاک لگایا۔چٹکنی بھی چڑھادی۔

اس کے ہاتھ ابھی بھی کانپ رہے تھے۔۔دل ایسے ڈھرک رہا تھا جیسے ابھی سینہ توڑ کر باہر آجائے گا۔وہ محفوظ نہیں تھی۔

وہ اپنے گھر میں بھی محفوظ نہیں تھی۔وہ چلتی ہوئی کچن میں آئی پانی کی بوتل سلیپ سے اٹھا کر منہ کو لگائی۔

ایک ہی سانس میں بوتل آدھی کر کے واپس رکھی۔

وہ کچن سے باہر نکلی تو اسکا سر زور سے چکرایا۔اس نے ایک قدم اٹھایا۔اسے وہ منوں بھاری لگا۔

Clubb of Quality Content!

دوسرا قدم اس نے اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔وہ ادھر ہی فرش پہ بیٹھتی چلی گئی۔

اسکے دونوں گھٹنے زمین پر تھے۔اس نے دونوں ہاتھ بھی زمین پہ رکھے۔

ایک آنسو اسکی آنکھ سے ٹوٹ کر فرش پہ گرا۔لیکن اندھیرے میں اسے وہ کہیں نظر نہیں آیا۔

اس نے پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ سائیڈ پہ گر گئی۔

وہ اب فرش پہ لیٹی ہوئی تھی۔اسکا چہرا چھت کی طرف تھا۔آنکھیں بند ہو رہی تھی۔یوں لگ رہا تھا کسی نے پلکوں پہ بہت سارا بوجھ رکھ دیا۔

پھر اسنے آنکھیں بند کرلیں۔

اب اسے صرف ٹھنڈا فرش محسوس ہو رہا تھا۔ٹھنڈا اور بے جان۔

....

ہلکی سی رم جھم لیے صبح سبزہ زار کے اس خوبصورت علاقے میں طلوع ہوئی۔لیکن وہ صبح یہاں رہنے والے تین باسیوں کے لیے خوشگوار نہیں تھی۔

ایک دائم جو بلیک کافی کے گھونٹ چڑھا رہا تھا۔اور گاہے بگاہے کھڑکی کی طرف بھی دیکھ رہا تھا جہاں سے اس کی گاڑی کھڑی نظر آرہی تھی۔البتہ دوسری گاڑی کی جگہ خالی تھی۔

دوسرا ادایان جو اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا۔دونوں ہاتھ سٹئیرنگ پہ رکھے،آنکھیں چھوٹی کیے وہ کسی سوچ میں غرق لگ رہا تھا کہ کسی نے اس کی کھڑکی کا آدھ کھلا شیشہ بجایا۔لال جیکٹ اور پی کیپ پہنے،سوئی آنکھوں والا دبلا پتلا سا نوجوان۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دایان نے بقیہ شیشہ نیچے کیا اور ہاتھ باہر نکال کے ٹرے سے کافی کا بھاپ اڑاتا ہوا ڈسپوزیبل کپ پکڑا۔ کپ کو گاڑی کے ہولڈر میں رکھ کے پرس سے چند روپے نکالے اور ٹرے پہ رکھے۔

"اور کچھ چاہیے سر؟" لڑکے کہ پوچھنے پہ اس نے سر نفی میں ہلایا۔ اور شیشہ واپس چڑھا لیا۔ وہ لڑکا واپس اپنے کیفے کی طرف مڑ گیا۔ صبح صبح صرف کافی پینے کے لیے کون گھر سے نکلتا ہے؟ اس نے سر جھٹکا۔

سامنے اسی کی طرح کا ایک لڑکا لکڑی کے بنے ہوئے بینچ پہ کپڑا مار رہا تھا۔ وہ ادھر کھڑا ہو کے اسے ہدایت دینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر مڑ کے دیکھا تو وہ گرے آنکھوں والا شخص ابھی بھی ادھر اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا۔

اور تیسری تھی مہرین جو اس وقت اپنے گھر کا گارڈن نما لان عبور کر کے ساتھ والے گھر کے لان میں داخل ہو رہی تھی۔ ایک نظر اس لان کو دیکھا جہاں گارڈن کے نام پہ صرف گھاس اور چند گملے رکھے تھے۔

جن پہ نہ کوئی پھول اگا تھا اور نہ ہی کوپتّہ۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا جو چند لمحے بعد کھلا۔ اور کھولنے والے نے اسے دیکھتے ہی ناک چڑھایا۔ وہ شاید کسی اور کی آمد کی توقع کر رہا تھا۔

"دایان بھائی گھر پہ نہیں ہیں؟" اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

Clubb of Quality Content

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دائم نے واپس صوفے پہ بیٹھتے ہوئے بس نفی میں سر ہلایا۔

"اتنی صبح کہاں چلے گئے؟" اس نے غور سے اسے دیکھا۔ جو بلیک لیدر جیکٹ میں ملبوس تھا۔ اس نے جو گرز پہن رکھے تھے سو اسکا مطلب وہ کہیں جا رہا تھا۔

مگر اسکے بال بکھرے ہوئے تھے اور شاید اس نے منہ بھی نہیں دھویا تھا۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں ڈیمی؟" اسکی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلا کر اپنی طرف توجہ دلائی۔

"مجھے نہیں پتا۔" وہ جھنجھلایا۔

"کیوں نہیں پتا؟"

"کیوں کہ وہ مجھے ہر جگہ بتا کر نہیں جاتے مہر۔ اور نہ میں ان سے پوچھتا ہو کہ وہ کہاں جاتے اور کیوں جاتے ہیں۔ کیوں کہ میں دوسروں کہ معاملات میں ٹانگ نہیں اڑاتا۔"

وہ سنانا کسی اور کو چاہتا تھا اور کہہ کسی اور سے رہا تھا۔

"تو تمہیں لگتا ہے کہ وہ تمہارے کام میں ٹانگ اڑاتے ہیں؟" وہ اس کے سامنے کھڑی نرمی سے پوچھ رہی تھی۔

دائم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا بولا کچھ نہیں۔

"بڑے بہن بھائی ایسا کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ ہماری فکر۔۔۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ بڑے بھائی نہیں ہیں نہ میرے نہ تمہارے۔"اس نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈا نہیں اپنا بیٹا مانتے ہیں پر وہ ہیں تو نہیں نا۔ مجھے ایسے مت دیکھو یہ ایک فیکٹ ہے۔"

وہ جواباً کچھ نہ بولی بس یوں ہی ملامتی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔

"ایک منٹ تم انکا کیوں پوچھ رہی ہو؟"اس نے آبرو اٹھایا۔

"تمہاری یاد دہانی کے لیے یہ کھڑکی۔۔۔"سنگل صوفے کے پیچھے والی دیوار کی طرف اشارہ کیا جہاں کل رات دایان بیٹھا تھا۔

"ہمارے گارڈن میں کھلتی ہے۔اور ادھر ہی کرسی پہ بیٹھ کر میں لکھ رہی تھی جب تمہارے چیخنے کی آوازیں میرے کانوں میں پڑی۔"

"اور پھر تم نے کان دیوار کے ساتھ لگا لیے۔"اسنے افسوس سے اسے دیکھا۔

"اس کی ضرورت نہیں پڑی۔ تمہاری آواز کافی اونچی تھی۔"اسنے جتایا۔

"اور آپ نے سوچا کہ صبح ہوتے ہی دونوں کی صلح کروانے جاؤنگی۔"وہ صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ساتھ اپنا خالی مگ اٹھایا۔

"مجھے آپ کے مصلحتی لیکچر کی قطعاً ضرورت نہیں ہے مہرین مختار۔اور نہ میرے پاس اسکا وقت ہے۔"وہ چلتا ہوا کاؤنٹر تک آیا اور اپنا مگ ادھر رکھا۔

Club of Quality Content

"ہاں البتہ آگر آپ کو آپکے دایان بھائی ملیں توان کو لیکچر سنادی جیے گا۔ان کے پاس ویسے بھی کافی فالتو وقت ہوتا ہے۔"

وہ جولب بھینچے اسے دیکھ رہی تھی۔دروازے کی طرف بڑھ گئی۔پھر جاتے جاتے مڑی۔

"ویسے دیکھا جائے تو تمہاری بات سہی ہے۔وہ تمہارے بھائی نہیں ہیں۔" لمحے بھر کو وہ رکی۔

سامنے سینے پہ ہاتھ باندھے کھڑے دائم کے چہرے پہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"وہ تمہارے بھائی نہیں ہیں۔پھر بھی تم دونوں کا بھائی چارہ قابلِ تعریف ہے۔دیکھو نہ اب تم انہیں کے گھر میں رہ رہے ہو۔"

اس کی مسکراہٹ سمٹی۔

"انہیں کا کھاپی بھی رہے ہو۔"اس کے مگ کی طرف اشارہ کیا۔

"یور برادر ہوڈ شوڈ بی اپریشیئٹڈ۔"تپانے والی مسکراہٹ کے ساتھ آخری جملہ ادا کیا۔

اور ٹھاہ کے آواز کے ساتھ دروازہ بند کردیا۔

پیچھے وہ یوں ہی لال بھبھوکا چہرے کے ساتھ کھڑا رہا۔

پندرہ منٹ بعد وہ فون پہ ٹائپ کرتا ہوا لان عبور کر کے اپنی گاڑی کی طرف جارہا تھا۔

جاتے ہوئے اسنے سر اٹھا کے ساتھ والے گھر کے گارڈن کی طرف دیکھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مہرین وہیں اپنا لیپ ٹاپ لیے درخت کے نیچے کرسی پہ بیٹھی تھی۔

اس نے کچھ سوچ کر وٹیس ایپ کھولا۔ تیسرے کونٹیکٹ پہ کلیک کیا۔

"مہر شام کو گھر پہ ہو گی؟ مجھے ضروری بات کرنی ہے۔"

مہرین کی گود میں پڑے فون پہ نوٹیفیکیشن بجا۔

اس نے سکرین دیکھی۔ "ڈیمی" کی طرف سے میسج آیا تھا۔اس نے میسج کھولا نہیں آدھا میسج نوٹیفیکشن پہ ہی دیکھ کر فون بند کر دیا۔اور واپس لیپٹاپ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

سامنے کھڑے دائم نے اس کی حرکت دیکھ کہ سر جھٹکا۔ "بد تمیز۔"

اور اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کہ بیٹھ گیا۔اسے زاریہ کے بتائے ہوئے ایڈریس پہ جلد از جلد پہنچنا تھا۔ وہ اسکا انتظار کر رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

....

زاریہ سلطان اس وقت سلطان ہاؤس کے بڑے سے ہال نما برآمدے میں کھڑی تھی۔وہ سادہ شلوار قمیص کے اوپر گرین کلر کا لمبا سا سوئیٹر پہنے ہوئے تھی۔ساتھ گلے کے گرد ڈارک گرین کلر کا سٹرالر لپیٹے ہوا تھا۔اسکے گلے پہ انگلیوں کے نشان چھپ گئے تھے۔

ہاتھوں میں آدھا کھایا ہوا آؤٹ ملک بار پکڑے۔ وہ سامنے کھڑے ایک ملازم کو ہدایت دے رہی تھی۔ جو ایک بڑے سے انٹیک گلدان کی ڈسٹنگ کر رہا تھا۔

زاریہ کے پیچھے گل خان کھڑا تھا اس کی عمر پینتالیس یا اس سے چند ایک سال اوپر کی ہو گی۔ ہاتھ پیچھے باندھے وہ بہت الرٹ کھڑا تھا۔ سفید شلوار قمیص، سر پہ پٹھانی ٹوپی، اور پیروں میں پشاوری چپل۔ اگر وہ اس حلیے میں نہ بھی ہوتا تو اسکی سرخ سفید رنگت اور مونچھوں کے سٹائل سے کوئی بھی اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ پٹھان ہے۔

"چھوٹی بی بی، وہ لڑکا آیا نہیں ابھی تک۔" اسکی اردو کافی اچھی تھی۔ البتہ ہلکا سا پشاوری لہجہ نمایاں ہوتا تھا۔

زاریہ نے مسکرا کے اسے دیکھا۔ "آتا ہو گا لالہ۔ آپ کی ماں کیسی ہے؟"

"اچھی ہے اب۔ خالہ کے پاس چھوڑ آیا ہوں اسکو۔"

"وہ سامنے جو لڑکا چلتا ہوا آ رہا ہے نہ لالہ۔ وہ ہے دائم آوان آغا۔"

ہال نما لان کا دروازہ کھلا تھا جس سے سامنے مین گیٹ نظر آ رہا تھا۔ اور وہ مین گیٹ سے داخل ہوتا ہوا اس بڑے سے شاندار گھر کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ یوں ہی ادھر ادھر دیکھتا اندر داخل ہوا۔

"آپ تو کافی امیر ہیں زاریہ۔" ستائشی انداز میں بولا۔ وہ باہر نیم پلیٹ پڑھ آیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

گل خان سر سے لیکر پیر تک اس کے بکھرے ہوئے حلیے کا جائزہ لے رہا تھا۔

گل خان کے یوں گھورنے پہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"دائم یہ گل خان ہیں۔ یہ میرے بابا کے سب سے زیادہ قریبی اور وفادار ساتھی تھے۔"

اس نے سر کے خم سے سلام کیا۔

"اور آج سے میں چھوٹی بی بی کے ساتھ رہوں گا۔" ساتھ ہی اس نے مصافحے کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ جسے دائم نے تھام لیا۔ البتہ اس کی سمجھ میں نہ آئی کہ اس کا آخری جملہ محض اطلاع تھی یاں کوئی تنبیہہ۔

اس نے زاریہ کی طرف دیکھا تو اس نے کوئی تردید نہ کی۔

"وہ سامنے میرے بابا کا کمرہ ہے۔" اس نے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ ایک دو لمحے خاموشی کی نظر ہوئے۔ "لالہ دائم کو وہ کمرہ دکھائیں۔"

"آؤ" گل خان اس کمرے کی طرف چل پڑا۔ دائم بھی اس کے پیچھے آیا۔ وہ جیب سے ایک چابی نکال کر کمرے کا دروازہ کھول رہا تھا۔ دائم نے مڑ کے زاریہ کی طرف دیکھا۔ تو وہ اپنا بار کھاتے ہوئے باہر لان کی طرف جا رہی تھی۔

دروازہ کھول کے گل خان اندر داخل ہوا۔ کھڑکیوں کے پردے گرے ہوئے تھے اسلیے کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔ گل خان نے بتیاں روشن کی۔ پر تعیش ماسٹر بیڈروم کا منظر واضح ہوا۔

اس نے کھڑکی کے ساتھ لگی ہوئی بکشیلف میں سے ایک فائل اس کی طرف بڑھائی۔ جو تحیر سے کمرے کی ایک ایک چیز دیکھ رہا تھا۔ وہاں ایک دیوار پہ بڑی سی تصویر لگی تھی۔ ایک چھوٹے لڑکے کی جو ہاتھوں پہ چہرا رکھے مسکرا رہا تھا، اور اسکے ساتھ ایک چھوٹی لڑکی جو گردن ٹیڑھی کیے مسکرا رہی تھی۔ لڑکی تو زاریہ تھی۔ وہ زرا نہیں بدلی تھی۔ اور ساتھ وہ یقیناً روحان ہو گا۔

گل خان کھنکارا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے ہاتھوں سے فائل پکڑی۔

"اس میں کیا ہے؟"

وہ آگے سے خاموش رہا۔ دائم نے فائل کھولی تو پہلی تصویر دیکھ کے ہی اسکا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ ایک مرد کی تصویر تھی جو فرش پہ پڑا تھا۔ ارد گرد بہت سارا خون تھا۔ وہ تصویر دیکھ کے اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ اسی کمرے میں کھینچی گئی تھی۔

اس نے اگلہ صفحہ موڑا وہاں ایک عورت کی تصویر تھی۔ جس کے چہرے پہ خون کے چھینٹے تھے۔ اس کے پیٹ پہ گولی ماری گئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ان سے اس عورت کی شکل سے اندازہ لگالیا تھا کہ وہ زاریہ کی ماں تھی۔

"زاریہ نے ان تصویروں کا ذکر نہیں کیا پہلے۔اور نہ ہی انہوں نے مجھے یہ تصویریں دکھائیں۔"

"چھوٹی بی بی نے یہ تصویریں آج تک خود نہیں دیکھیں۔"

"کیوں؟"اس نے سر اٹھا کے گل خان کو دیکھا۔

"کیوں کہ انہوں نے سب اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔"

اسے زاریہ کے لیے افسوس ہوا۔اسنے صفحہ پلٹا تو وہاں ایک اور تصویر تھی۔

روحان سلطان آنکھیں موندے زمین پہ لیٹا تھا۔اسکے سر سے خون نکل کر فرش پہ پھیلا تھا۔

Clubb of Quality Content!

"اسکو یہ چوٹ کیسے آئی؟"

"مجھے نہیں پتا۔"وہ جھٹ سے بولا۔

"کیوں تم گھر پہ نہیں تھے جب یہ حادثہ ہوا تھا؟"وہ صفحے پلٹتا مصروف سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔وہاں ان تینوں کی اور بہت سی تصویریں تھی۔مختلف اینگلز سے کھینچی گئیں۔

"نہیں میں گاؤں گیا تھا۔صاحب نے نوکری سے نکال دیا تھا۔"دائم کو یاد آیا کہ اسنے اسکے بارے میں وہ رپورٹ پڑھی تھی۔وہ اس کیس کا پہلا مجرم تھا جو پکڑا گیا تھا۔

دائم نے سر اٹھایا۔ "پھر تم یہاں کیوں ہو؟"

"چھوٹی بی بی نے دوبارہ بلا لیا۔" اسے اچھنبا ہوا۔

"تمہارے علاوہ اور کوئی گارڈ نہیں تھا کیا ان کا؟"

"تھے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں تھے۔ بس ایک گارڈ کا پتا ہے جو اس دن گیٹ پہ کھڑا تھا۔

"نام کیا تھا اسکا؟" وہ چلتا ہوا الماری کی طرف گیا اور ایک جگہ رک گیا۔

"نصیر نام تھا اسکا۔"

دائم اس الماری کے آگے ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ اگر ادھر کھڑے بندے کو گولی ماری جائے تو وہ یہاں بلکل اسی طرح گرے گا جیسے سلطان صاحب تصویر میں گرے ہوئے تھے۔

وہ کمر پہ ہاتھ رکھے، ہونٹ بھینچے سوچ رہا تھا۔

اور جس ڈائیریکشن میں وہ گرے ہیں ان کو گولی سامنے سے ماری گئی ہو گی۔

اس نے سر اٹھا کے سامنے کی طرف دیکھا۔ تو گل خان بلکل اس کی سیدھ میں کھڑا تھا۔

اگر وہ اس وقت دائم کو گولی مارتا تو وہ بلکل اسی ڈائریکشن میں گرتا۔ گل خان نے اسکویوں پر سوچ نگاہوں سے خود کو دیکھتا پایا تو فوراً اس جگہ ہٹ گیا۔

دائم کو اس کی اس لاشعوری حرکت پہ تھوڑا ساد ھچکا لگا۔

"کیا نام بتایا تھا تم نے اسکا؟"

"نصیر۔"

"وہ کہاں ہے اب؟"

"وہ جیل میں ہے۔ وہ اکلوتا شریک مجرم ہے جو پکڑا گیا ہے۔ لیکن وہ کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ وہ کہتا ہے کہ اسکو بس دروازے پہ کھڑے رہنے کے پیسے ملے تھے اور بس۔"

"ہمم "اس نے سر ہلایا۔"اور تم جیل میں جب تھے تو وہ تمہارے ساتھ ہی تھا۔"

گل خان کے چہرے پہ سایہ لہرایا۔اسنے خاموشی سے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔

"چلو چلتے ہیں۔ میں نے دیکھ لیا جو دیکھنا تھا۔"

یہ کہہ کہ وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ برآمدہ عبور کر کے باہر آیا تو زاریہ وہیں ایک لان چیئر پہ بیٹھی سامنے مالی کو پودوں کی کٹائی کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

اسے آتا دیکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

گل خان زاریہ کے پیچھے یوں ہی ہاتھ باندھے کھڑا ہو گیا۔

"تو دائم آج تم کیا کرو گے؟"

Clubb of Quality Content

"میں سب سے پہلے نصیر سے ملوں گا بذات خود ایک دفعہ۔اور آپ آج کیا کریں گی؟"

"میں ملک صباحت سے ملنے جاؤں گی۔"

"یعنی آپ اپنے ڈیڈ کے آفس جائیں گی؟گڈ۔"وہ سر ہلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ایک منٹ!آپ اس سے یہ کہنے جائیں گی کہ وہ سلطان صاحب کی کرسی خالی کر دے؟"

وہ اپنے خدشے کی تصدیق چاہ رہا تھا۔

زاریہ نے سر ہلا دیا۔گل خان خاموشی سے کبھی زاریہ کو دیکھتا تو کبھی سامنے اس نیلی آنکھوں والے کو۔یہ پکا کسی انگریز کی اولاد ہے۔ڈیڈ کیا ہوتا ہے؟او نہوں۔

"تو اس کے لیے آپکو ایک وکیل رکھنا چاہیئے۔"

"مطلب؟"زاریہ کے آبرو اچھنبے سے اکھٹے ہوئے۔

"مطلب یہ کہ وہ کرسی اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے گا۔اور اسکا اپنا بیٹا وکیل بھی ہے تو وہ ضرور اس معاملے کو عدالت تک لے کے جائے گا۔اور آپ تو اس کیس میں گواہ ہو نگی تو وکیل تو رکھنا پڑھے گا نا۔"

زاریہ نے سوچتے ہوئے سر ہلا دیا۔

Clubb of Quality Content

"اوکے پھر میں چلتا ہوں۔" ہاتھ ماتھے کے قریب لے جا کے سلام کیا۔ آخری نظر گل خان پہ ڈالتا گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے جانے کے بعد زاریہ گل خان کی طرف مڑی۔

"اچھا لالہ میں چلتی ہوں۔ جلد از جلد بابا کے آفس پہنچنا ہے۔"

"میں ساتھ چلوں گا چھوٹی بی بی۔"

زاریہ نے منع کرنے کے لیے اپنے لب کھولے مگر پھر کچھ سوچ کہ ارادہ بدل لیا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن مجھے ابھی گھر جانا ہے آپ کو وہاں انتظار کرنا پڑے گا۔" وہ نرمی سے مسکرائی۔

گل خان نے بس سر ہلا دیا۔

"چلیں اس بہانے آپ روحان سے بھی مل لیں گے۔" وہ گاڑی کی طرف جاتے ہوئے بول رہی تھی۔ گل خان اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ اس لیے وہ اسکے چہرے کا بدلا ہوا رنگ نہیں دیکھ پائی۔

وہ دونوں گاڑی میں سوار ہو گئے۔

Clubb of Quality Content

....

دایان آج جب رف سے حلیے میں کورٹ داخل ہوا تو ہر گزرتے ہوئے کی نظریں اس کی طرف اٹھ رہیں تھی۔ شکر ہے آج اس کے کسی کیس کی سماعت نہیں تھی۔ اسکی آنکھیں رت جگے کے باعث لال ہو رہی تھیں۔

وہ ایک راہداری میں مڑا وہاں بہت سے وکیل لکڑی کے بنے بنچوں پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ان کی کچہریاں تھی۔ یہاں چند وکیل ہی ہوا کرتے تھے جنہیں کمروں میں ان کے ڈیسک ملتے تھے ورنہ باقیوں کو یوں ہی راہداری میں جگہ ملتی تھی۔

وہ چلتے ہوئے ایک ڈیسک کے سامنے جا کے رکا۔ اپنے دونوں ہاتھ ڈیسک پہ رکھے اور سامنے کو جھکا۔

حمزہ اپنے فون پہ مصروف تھا سر اٹھا کہ اسے دیکھنے لگا۔

پھر سر تا پیر اسکے حلیے کا جائزہ لیا۔ اسکی لال ہوتی آنکھوں کو دیکھا۔

"چھوٹے بھائی نے گھر سے نکال دیا کیا؟" دلچسپی سے آگے کو ہو کے پوچھا۔

وہ جو خاموش کھڑا تھا۔ دوسرے ڈیسک کی کرسی کھینچ کے اسکے سامنے بیٹھ گیا۔

"تمہارا ٹاپ فلور خالی ہے؟" دایان نے داہنا پیر بائیں گھٹنے پہ ٹکاتے ہوئے پوچھا۔

حمزہ نے اس کے سوال پہ آبرو سکیڑے۔

"تمہارا ٹاپ فلور ویسے خالی تو نہیں ہو سکتا۔ضرور کسی کو کرایے پہ دیا ہو گا۔" دایان سر ہلاتے ہوئے بولا۔ جیسے اپنی ہی بات کی تصدیق کر رہا ہو۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا؟" وہ حیران ہوا۔

"تمہاری حرکتوں سے۔"

اسکی بات سمجھ کر حمزہ کی بھوئیں کشادہ ہوئیں۔

"تمہارے بھائی کا اچھا خاصا کیریر سیٹ کروایا ہے،احسان فراموش۔" اس نے سر جھٹکا۔

"کیریر؟" دایان نے گھٹنے سے پیر ہٹایا۔"آر یو آؤٹ آف یور مائنڈ؟"

"نو،آئی آیم آوٹ آف منی۔" اس نے دانت نکالے۔

"شٹ اپ! تم نے اسے فضول کاموں میں پھنسادیا ہے۔" دایان اس کے ڈھیٹ پن سے زچ ہوا۔

"دایان!" حمزہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کہ اسے بولنے سے روکا۔"زاریہ نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ اسے مدد چاہیے، ٹھیک ہے؟ وہ میری اچھی دوست ہے میں اسے منع نہیں کر سکتا تھا۔" دایان نے ہاتھ جھلایا۔"اور دائم نے بھی مجھ سے مدد مانگی تھی۔ ٹھیک ہے؟ وہ ایک مسکین سا

لڑکا ہے میں اسے بھی منع نہیں کر سکتا تھا۔" اسنے ہاتھ جھاڑ کے کندھے اچکائے۔" دیٹس اٹ۔"

سامنے بیٹھا دایان لب بھینچے تندھی سے اسے گھور رہا تھا۔

"ایسے مت گھورو۔میں نے ابھی تمہیں خوشخبری نہیں سنائی۔"

"کیسی خوشخبری؟"

"زاریہ سے ابھی تھوڑی دیر پہلے میری بات ہوئی۔وہ اپنے لیے وکیل ہائیر کرنا چاہتی ہے۔اور اسلیے اس نے مجھ سے سجیشن مانگا۔" اسنے اپنی ٹائی ٹھیک کی۔"اور میں نے اسے ایک کریڈیبل وکیل کا نام دے دیا۔"

"کس کا؟" دایان کو کچھ کھٹکا۔

"وہ ہے سڑو سا دایان دستگیر۔" وہ آگے کو ہو کے سرگوشی کے انداز میں بولا۔

"وہاٹ!؟ مجھ سے پوچھے بغیر؟" دایان کا دل کیا کہ وہ اسکے گھنگریالے بال کھینچ کھینچ کے سیدھے کر دے۔

"تم نے اپنا نام کیوں نہیں دیا اسے؟"

Clubb of Quality Content ناولز کلب

"میں پاگل ہوں۔وہ ایلیٹ کلاس سے بیلانگ کرتی ہے۔اور جس کے خلاف اسے وکیل چاہیے وہ بھی ایلیٹ کلاس کا ہی بندہ ہے۔ان امیروں کے درمیاں مجھ جیسا مڈل کلاس سروائیو نہیں کر سکتا بھائی۔اور ویسے بھی میں اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا ہوں۔میری جان بہت قیمتی ہے۔"

"ربش!"دایان اٹھ کھڑا ہوا۔اسکا دماغ مزید گھوم گیا تھا۔

"ویسے میری مانو،اگر وہ تمہیں وکیل بننے کی آفر کرے تو قبول کر لینا۔وہ کافی امیر ہے۔"

دایان نے سر جھٹکا۔ا۔سے چلنا چاہئے۔وہ مزید بکواس نہیں سن سکتا تھا۔

"اور ایک اور بات۔اگلے مہینے میرے "گھر"کا ٹاپ فلور خالی ہو رہا ہے۔شفٹ ہونا ہو تو بتادینا۔"وہ پیچھے اونچی آواز میں بولتا رہا۔اور دایان سنی ان سنی کر کے آگے بڑھ گیا۔

Clubb of Quality Content

....

دس بج رہے تھے لیکن کالے بادلوں کی وجہ سے باہر اندھیرا ہو رہا تھا۔

لفٹ کھلی اور وہ چلتی ہوئی باہر آئی۔اس نے کھدر کا سوٹ پہن رکھا تھا۔

شال کو پٹی کی طرح تہہ دے کر گردن کے گرد کیے اس نے اسکا دوسرا پلو اپنے کندھے پہ پھیلا رکھا تھا۔ بالوں کی مانگ نکال کے جوڑا بنائے ہلکے میک اپ کے ساتھ وہ بہت فریش لگ رہی تھی۔

پیچھے گل خان بھی کمر پہ ہاتھ باندھے چل رہا تھا۔

زاریہ کو سب آنے جانے والے مڑ کے دیکھ رہے تھے۔ وہ ان سب کے لیے انجان نہیں تھی۔ لیکن یہاں اس کی اچانک آمد ان سب کے لیے غیر متوقع تھی۔

اسکا رخ سامنے بڑے دروازے والے آفس کی طرف تھا۔

کچھ ہی فاصلے پہ بیٹھی سیکریٹری اسے یوں آفس کی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کے ہڑبڑا کر اٹھی۔

"سر ابھی بزی ہیں میم۔" اسنے روکنے کی کوشش کی۔

"تمہاری میم تمہارے سر سے زیادہ بزی ہیں ماریہ۔" وہ سپاٹ لہجے میں کہتی دروازہ کھول کے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"ہمیں یہ مارکیٹ سٹریٹیجی اپنانی چاہیے سرکیوں کے۔۔۔۔۔۔۔" بولتے ہوئے مینیجر نے دروازہ کھلنے کی آواز سنتے ہی گردن موڑ کہ پیچھے دیکھا۔

کرسی پہ بیٹھے ہوئے ملک صباحت اور دیوار کے ساتھ پڑے ہوئے صوفے پہ بیٹھے فیروز کی نظریں ایک ساتھ اس کی طرف اٹھیں۔

"زاریہ بیٹا۔آپ یہاں!"۔ملک مسکراتے ہوئے اپنی کرسی سے کھڑا ہوا۔

اس کی پیروی کرتے ہوئے فیروزا اور وہ مینیجر بھی کھڑے ہو گئے۔

زاریہ یوں ہی خاموش کھڑی رہی۔پیچھے کھڑا اگل خان خاموشی سے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔کمرے کا نقشہ کافی حد تک بدل چکا تھا۔

"آؤ بیٹا بیٹھو۔"اس نے اپنے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

زاریہ مسکرائی۔"ادھر نہیں میں اُدھر بیٹھنے آئی ہوں۔"اسنے اسکی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

فیروز نے فوراً مینیجر کو دیکھا۔وہ کمرے سے ایکسکیوزمی کہتا ہوا نکل گیا۔

ملک کہ چہرے کی مسکراہٹ اور اطمینان میں رتی برابر فرق نہ آیا۔

"تم بچپن میں جب بھی یہاں آتی تھی ادھر ہی بیٹھنے کی ضد کرتی تھی۔تمہاری ضد آج تک نہیں بدلی۔"

وہ قدم قدم چلتی اس بڑی سی میز کے قریب آئی۔

اسکی کالی آنکھیں اس کے چہرے پہ جمی تھیں۔

"ضد بدل گئی ہے صباحت انکل۔کل جو میری ضد تھی آج میرا حق ہے!"

Novels Club - Club of Quality Content

"تمہارا حق تمہیں مل چکا ہے بیٹا۔" اسکی مسکراہٹ کی جگہ آب ایک ٹھنڈا تاثر تھا۔ وہ اس ملاقات کے لیے برسوں سے تیار تھا۔

"وہ میرا حصہ تھا۔ یہ میرا حق ہے۔" اسنے میز پہ ہاتھ رکھا۔

فیروز کی آنکھیں ٹینس بال کے شائقین کی طرح کبھی باپ کا چہرا دیکھتیں تو کبھی زاریہ کا۔

ملک آرام سے کرسی پہ بیٹھا۔ "یہ تخت اسی کا حق ہے جس نے اس سنبھالا ہے۔ میں نے اس کمپنی کے لیے، اس بزنس کو وسعت دینے کے لیے بہت محنت کی ہے۔ کسی کے بے تکے مطالبے کی وجہ سے میں اپنی اگائی کھیتی کو آگ نہیں لگاؤں گا۔"

"آپ اپنی کچھ عرصے کی محنت کو میرے باپ کی ساری زندگی کی محنت پہ فوقیت نہیں دے سکتے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔"

"کیا کرو گی تم؟" اس نے ہاتھ باہم پھنسا کر دلچسپی سے پوچھا۔

"آئی ول فائٹ!" وہ غرائی۔

"آئی وڈ لو ٹو فائٹ بیک۔ لیکن تم میری بیٹی ہو زاریہ اور دوسرا میں کسی ایسی لڑکی سے لڑنا پسند نہیں کروں گا جو۔۔۔۔۔" انہوں نے لمحے بھر کا توقف کیا۔

"جوائنٹی ڈیپریسنٹس لیتی ہو۔"

زاریہ کے چہرے کا رنگ سرخ ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہم مفاہمت سے کام لے سکتے ہیں۔ جیسے میں تمہیں ایک خطیر رقم دینے کو تیار ہوں۔ہاں تم اگر چاہو تو تمہیں رقم کے ساتھ یہاں جاب بھی مل سکتی ہے۔" انہوں نے کندھے اچکائے جیسے اپنے رحم کی وجہ سے مجبور ہوں۔

زاریہ کا چہرا تمتما اٹھا۔

"نہ مجھے کوئی رقم چاہیئے اور نہ کوئی نوکری۔ مجھے جو چاہیئے وہ میں لے کر رہوں گی۔ اگر آپ سیدھے طرح سے نہیں دیں گے تو میں کورٹ جاؤں گی۔" اسنے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔

"پھر ہماری اگلی ملاقات کورٹ میں ہو گی۔" انہوں نے اسے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"ضرور!!" مڑتے ہوئے اسنے ایک خاموش نظر سائیڈ پہ کھڑے فیروز پہ ڈالی۔

گل خان نے آگے بڑھ کے اسکے لیے دروازہ کھولا۔

اور وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے آفس سے باہر نکلے۔ سامنے کھڑی انگلیاں مڑوڑتی ہوئی ماریہ کو مکمل نظرانداز کرتے ہوئے وہ لفٹ کی طرف بڑھ گئی۔

لفٹ میں داخل ہوتے ہی اسنے دو تین لمبے سانس لے کر خود کو کمپوز کیا۔

"اب آپ کیا کریں گی چھوٹی بی بی؟" وہ فکرمندی سے زاریہ کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"وہی کروں گی جو کہا ہے۔ میں کورٹ جاؤں گی۔"

ملک صباحت کے آفس میں واپس آؤ تو وہاں کا ماحول گھٹن زدہ تھا۔

"اس نے اگر کہا ہے تو وہ کورٹ ضرور جائے گی۔" فیروز ادھر اُدھر چکر کاٹ رہا تھا۔

"بے وقوف ہے۔ جائے گی تو بھی میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔" وہ فیروز کی نسبت کافی کمپوزڈ نظر آ رہا تھا۔

"اگر وہ کیس جیت گئی تو؟" اسے اپنے باپ کے رویے پہ حیرانی ہو رہی تھی۔

"یہ گیم آف تھرون ہے فیروز۔ اور یہ گیم جیتنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ خاص طور پر جب اوپوننٹ میں ہوں۔ اگر وہ کورٹ چلی بھی جائے تو اسے مصروف رکھنے کے کافی طریقے آتے ہیں مجھے۔"

فیروز نے اپنے باپ کو دیکھا جو اب انٹرکام پہ ماریہ کو کافی لانے کا کہہ رہا تھا۔

اسنے اپنا چہرہ موڑ کہ دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے وہ تھوڑی دیر پہلے گئی تھی۔

ایک طریقہ تو اسکے دماغ کو بھی سوجھ رہا۔ جانے وہ کامیاب ہو گا یا نہیں؟

....

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دائم اس وقت لاہور کی سینٹرل جیل کے ملاقاتی کمرے میں بیٹھا تھا۔ صبح والے حلیے میں ملبوس۔

سامنے ٹیبل پہ پڑی چائے کے دو سپ لے کر اسے ویسے ہی چھوڑ دیا تھا۔ اسکا ٹیسٹ اچھا نہیں تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے پانی میں پتی اور چینی گھول کے اسکے سامنے رکھ دی تھی۔

اس نے اپنا ذائقہ ٹھیک کرنے کے لیے ایک کیریمل ٹافی جیب سے نکال کر منہ میں ڈالی۔ اس کی ٹافی ختم ہوئی ہی تھی کہ دروازہ کھلا۔ اور ہتھکڑیاں لگا ہوا نصیر دو پولیس اہلکاروں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

قیدیوں کا لباس پہنے، لمبی سی داڑھی رکھے، وہ انگوٹھے سے بار بار دوسری انگلیوں کے پوروں کو چھو رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

اہلکار اسے سامنے بیٹھا کر کمرے سے جا چکے۔ تو دائم نے گلہ صاف کیا۔

"تو آپ ہیں نصیر احمد؟"

"ظاہر ہے صاب جی۔ میں ہی ہوں۔" وہ اکتایا ہوا لگ رہا تھا۔

"آپ سلطان ابراہیم کے لیے کام کرتے تھے؟"

"نہیں۔" اسنے نفی میں سر ہلایا۔

"میں ان کے دوست ملک صباحت کا سکیورٹی گارڈ تھا جی۔ لیکن میں نے آپنے صاب جی کے کہنے پہ سلطان صاب کی دو کام کیے تھے۔"

"کونسے دو کام؟" اس نے اپنے موبائل پہ نوٹس کھولے۔

"مجھے صاب جی نے گل خان کے پاس بھیجا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ ہمیں سلطان صاب کے کہنے پہ ان کے بیٹے کو مال روڈ سے اٹھانا ہے۔"

"بیٹے کو اٹھانا ہے؟" اس نے بے یقینی سے بات دہرائی۔

نصیر نے سر ہلایا۔ "ہم نے اسکو اس روڈ سے اٹھایا۔ اور ہم اسکو ایک دکان میں لے گئے۔ جہاں سلطان صاب نے کہا تھا۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اسے وہاں کیوں لے کر گئے؟"

"پتا نہیں جی۔ بس ادھر جا کے گل خان نے اسے کرسی کے ساتھ باندھ دیا۔ اور اتنا کٹاپا چاڑھا کہ کیا بتاؤں۔ پھر جب خود تھک گیا تو مجھے کہہ دیا کہ میں ماروں۔"

"تم نے مارا اسے؟"

"میں تو بڑا شریف ہوں پر کیا کرتا جی مجھے گل خان کی بات ماننی تھی۔" وہ لہجے میں افسوس طاری کرتے ہوئے بولا۔

"پھر کیا ہوا؟"

"پھر مجھے دکان سے باہر بھیج کہ گلخان اس سے باتیں کرتا رہا۔اور کچھ دیر بعد وہ بھی باہر آگیا۔پھر اس نے دکان کا شٹر گرایا اور تالہ لگا کر ہم وہاں سے چلے آئے۔"

اسنے لمحے بھر کا توقف کیا۔اپنی داڑھی کجھائی۔

"اگلے دن گل خان مجھے پھر ادھر لے کر گیا تو وہ لڑکا وہاں نہیں تھا۔وہ بھاگ گیا تھا شاید۔گل خان نے صاب جی کو فون کر کے بتایا۔وہ بہت پریشان تھا۔پھر کچھ دن بعد صاب جی نے مجھے کہا کہ میں سلطان صاب کہ گھر جاؤں۔ان کے گیٹ پہ کھڑا رہوں۔"

"کیوں؟"اس کی انگلیاں تیزی سے موبائل پہ ٹائپنگ کر رہی تھیں۔

"وہ جی دو لڑکے ان کے بیٹے کو گھر واپس لا رہے تھے۔میں دروازے پہ کھڑا رہا۔پھر اندر سے گولیاں چلنے کی آوازیں آئیں۔میں بھاگ کے اندر گیا تو وہ لڑکے باہر کو بھاگ گئے۔سلطان صاب اور ان کی بیوی کو گولی لگی تھی۔اور ان کا لڑکا زمین پہ گرا ہوا تھا۔اس کے سر سے خون نکل رہا تھا۔انکی لڑکی لڑکے کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔"

"تم نے کیا کیا پھر؟"

"میں نے کیا کرنا تھا جی ایمبولینس اور پولیس کو کال کی۔اور یہ پولیس والے مجھے ہی پکڑ کر لے آئے ادھر۔"اس نے خفگی سے سر جھٹکا۔

"کوئی تمہارے پیچھے نہیں آیا؟"

"صاب آئے تھے ایک دفعہ اور ایک دفعہ سلطان صاب کی لڑکی نے گل خان کو بھیجا تھا۔"

"کیوں؟"

"صاب تو ویسے ہی ملنے آئے تھے اور گل خان یہی سب پوچھنے آیا تھا جو آپ نے پوچھا ہے۔"

"چلو میں چلتا ہوں نصیر احمد ضرورت پڑی تو دوبارہ ملنے آوں گا۔" وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

دوبارہ میں ادھر نہیں ہونگا۔ میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔" وہ یقین سے بولا۔

"گڈ۔" وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ موبائل ہاتھ میں ہی تھا سو وٹس ایپ کھولا۔

مہرین نے میسیج پڑھ لیا تھا۔ البتہ آگے سے کوئی جواب نہیں لکھا تھا۔

وہ سیدھا اسکی طرف ہی جائے گا۔ وہ فلحال دایان کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

....

زاریہ جب اپنی بلڈنگ کی لفٹ میں داخل ہوئی تو گل خان اس کے ساتھ نہیں تھا۔وہ سلطان ہاؤس میں ہی رہتا تھا۔

اسکا موڈ بھی خاصا خوشگوار نہ تھا۔وہ ابھی ابھی بلڈنگ کے کنٹرول روم سے سی سی ٹی وی فوٹیج مانگ کر آرہی تھی۔اور وہ گارڈ کہہ رہا تھا کہ سی سی ٹی وی سسٹم ایک ہفتے سے بند پڑا ہے۔

کل رات نجانے کون اس کے گھر میں گھسا تھا؟وہ انہیں سوچوں میں گم اپارٹمنٹ میں داخل ہو رہی تھی کہ پھر اسکی نظر گملے پہ پڑی۔وہاں پھر وہی مٹی کا پرندہ موجود تھا۔

اس نے پرندہ اٹھایا اور گھر کے اندر داخل ہوئی۔اندر داؤد روحان کی ویل چیئر لاؤنج میں رکھے اس کے سامنے ہیٹر سیٹ کر رہا تھا۔

"آج موسم بہت ٹھنڈا تھا داؤد آج نہ نہلاتے۔"

اس نے بیگ کندھے سے اتار کر میز پہ رکھا اور خود صوفے پہ بیٹھ گئی۔جوتے اتارنے کی زحمت نہیں کی۔اور پرندہ یوں ہی ہاتھ میں پکڑے رکھا۔

"میں نے سوچا یہ فریش ہو جائیں گے۔"ہیٹر سیٹ کر کے روحان کو انجیکشن کی ڈوز دینے لگا۔

Clubb of Quality Content

"ہمم۔" زاریہ نے اسکی طرف دیکھا جو گردن ایک طرف کو ڈھلکائے فضا میں گھور رہا تھا۔

"زاریہ یہ مچھلی کھانے میں اتنی سافٹ کیوں ہوتی ہے؟" دور کہیں آٹھ سالہ روحان کی آواز گونجی۔

وہ دونوں کچن کاؤنٹر پہ بیٹھے ماما بابا کو ایک ساتھ کوکنگ کرتا دیکھ رہے تھے۔ عزما نے مچھلی کے ایک فرائڈ پیس کا ٹکڑا توڑ کر روحان کے منہ میں ڈالا جسے کھانے کے بعد اب وہ زاریہ سے سوال پوچھ رہا تھا۔

"کیونکہ وہ پانی میں رہتی ہے۔" اس نے ماتھے پہ گرتے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے جواب دیا۔

Clubb of Quality Content!

"سلطان صاحب اسکا جواب سن کر مسکرائے۔ عزما ہلکا سا ہنسی۔

"پانی میں رہنا مشکل نہیں ہوتا؟" وہ سلطان صاحب کو دیکھ رہا تھا جو مچھلی کا ایک پیس تیل میں ڈال رہے تھے۔ تیل میں ڈالنے سے ایک دم بہت سی آوازیں پیدا ہوئیں۔

"نہیں ان کو پانی اچھا لگتا ہے۔"

"مجھے نہیں لگتا۔"

"کیوں؟"زاریہ نے اس کی طرف دیکھا۔عزمانے اپنے ہاتھ صاف کر کے موبائل پکڑا۔

وہ دونوں کاؤنٹر پہ ایک ساتھ بیٹھے اتنے پیارے لگ رہے تھے۔ان کی ایک تصویر کھینچنی چاہیئے۔

"میرا سانس بند ہو جاتا ہے۔اور میں کچھ کر بھی نہیں پاتا پانی میں مطلب میں اپنے ہاتھ بھی نہیں ہلا پاتا۔"اس نے فضا میں اپنا ہاتھ ہلایا۔

"کتنی الجھن ہوتی ہے جب میں اپنا ہاتھ نہیں ہلا پاتا۔"

"مجھے تو پانی اچھا لگتا ہے۔"اس کے لہجے سے پسندیدگی جھلک رہی تھی۔

"مچھلیوں کی طرح تمہیں پانی اچھا لگتا ہے۔اگر تم مچھلی ہوتی تو بابا تمہیں بھی یوں ہی فرائی کرتے۔"اسنے سامنے تیل میں ڈوبی مچھلی کی طرف اشارہ کیا۔

"سمائل۔"عزمانے موبائل ہاتھ میں پکڑے کہا تو وہ دونوں مسکرائے۔

"کلک۔"کی آواز کے ساتھ وہ تصویر کھینچی گئی۔انہوں نے موبائل موڑ کر ان دونوں کو تصویر دکھائی۔

"میری اچھی نہیں آئی۔"روحان نے اپنے بکھرے بال سائڈ پہ کیے۔

"دوبارہ کلک کریں۔"

"میم!"داؤد نے اسے اونچا سا پکارا تو وہ چونکی۔

"ہاں بولو۔" وہ جھک کے اپنے جوتوں کے سٹریپس کھولنے لگی۔

"میم وہ مجھے اس مہینے کی سیلری ایڈوانس مل جاتی تو۔" اس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"مل جائے گی۔" زاریہ نے اپنا دوسرا جوتا اتارا۔

("کتنی الجھن ہوتی ہے جب میں اپنا ہاتھ نہیں ہلا پاتا۔")

"اور میں نے روٹین چیک اپ کے لیے کل کی اپائنٹمنٹ لے لی تھی۔"

"کل کی؟" زاریہ نے اس کی طرف دیکھا جو بیگ کندھے پہ لٹکائے جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

"اگر آپ بزی ہیں تو میں لے جاؤں گا۔"

زاریہ نے بس سر ہلا دیا۔

"خدا حافظ۔" وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"خدا حافظ۔۔"

وہ چلا گیا تو زاریہ نے روحان کی طرف چہرا موڑا۔

کیا اسے الجھن ہوتی ہو گی جب وہ اپنا ہاتھ نہیں ہلا پاتا؟

یہ سوال جو اس کے ذہن میں گردش کر رہا اس کے دل کو عجیب سی کیفیت میں مبتلا کر گیا تھا۔

Clubb of Quality Content

....

دائم کی گاڑی جب کاٹیج کے نزدیک پہنچی تو اس نے دایان کی گاڑی پارکنگ میں کھڑی دیکھ لی۔ وہ اپنی گاڑی پارک کر کے نکلا۔ تو اس کی نظر لان میں بیٹھے دایان پہ پڑی۔

وہ کل والے حلیے میں ملبوس تھا۔اس نے فوراً اپنی نظریں پھیر لیں۔اور مہرین کی طرف چل پڑا۔لان کے گیٹ پہ اسے ایک کاغذ کا ٹکڑا اٹکا ہوا ملا۔

"میں گھر پہ نہیں ہوں۔" آگے ایک سمائلی بھی بنا تھا۔

اس کا جبڑا بھنچ گیا۔"بد تمیز" اس نے اپنی جیب سے قلم نکال کر کاغذ پہ گھسیٹا۔

"کاش تم دنیا میں بھی نہ ہوتی۔"

وہ مرے ہوئے قدم واپس اپنے کاٹیج کی طرف اٹھانے لگا۔وہ لان میں داخل ہوا اور دایان کے قریب خاموشی سے گزر گیا۔دایان نے بھی اسے کچھ نہیں کہا۔اس نے تو اس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

وہ خاموشی سے اندر داخل ہوا اور اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔زاریہ کو میسج کرنے کے بعد اسکے جواب کا انتظار کرنے لگا۔اور انتظار کرتے ہوئے ہی وہ سو گیا۔زاریہ کا میسج آیا تھا لیکن اسے کسی نے پڑھا نہیں۔

اس کے کمرے کا دروازہ آہستگی سے کھلا اور کوئی دبے قدموں اندر داخل ہوا۔

اس کے موبائل پہ جھکا۔زاریہ کے میسج پڑھ کے جواب ٹائپ کیا۔اور پھر اپنے اور زاریہ کے کیے ہوئے میسیجز کو سیلیکٹ کر کے ڈیلیٹ فار می کا آپشن دبا دیا۔

پھر مڑ کے بستر پہ اڑے ترچھے لیٹے ہوئے دائم کے اوپر لحاف ڈال دیا۔

اور کمرے کا دروازہ اسی آہستگی سے بند ہو گیا جس آہستگی سے کھلا تھا۔

دائم کی آنکھ صبح دیر سے کھلی۔اپنے اوپر موجود لحاف کو دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرایا۔سب سے پہلا کام اس نے جو کیا وہ موبائل چیک کرنا تھا۔

زاریہ اسکے میسیجز دیکھ چکی تھی البتہ اسکی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

وہ پندرہ منٹ کے بعد کمرے سے نکلا۔تو اسکے کپڑے بدل چکے تھے۔گیلے ہیزل بال ہلکے سے ماتھے کی طرف آ رہے تھے۔

وہ کافی بنانے کا ارادہ ترک کرتا ہوا باہر لان کی طرف آیا۔دایان کی گاڑی وہاں نہیں تھی۔

وہ اپنا گیٹ بند کر کے ساتھ والے گیٹ کی طرف آیا۔

آج وہ کھلا ہوا تھا۔ لوہے کا چھوٹا سا گیٹ کراس کر کے وہ تھوڑا آگے لکڑی کے دروازے کے پاس جا کہ رک گیا۔

دروازے کے پاس پڑے گملوں میں سے گلاب کا ایک پھول توڑا۔ پھر بیل بجائی اور بجاتا گیا۔

مہرین صوفے سے ہڑبڑا کہ اٹھی۔ آنکھوں کا چشمہ درست کیا اور بالوں کو گول مول کرتے ہوئے دروازے کی طرف آئی۔ دروازہ کھولا تو وہ سامنے کھڑا تھا۔ اسکے دروازہ کھولنے پھر جھک کے اسکو پھول پیش کیا۔

"یور ہائی نیس۔"

"آئندہ میرے گملوں سے پھول توڑا تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔" وہ دروازے سے پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

"میں تو تمہارے ہاتھوں کی کافی پینے آیا تھا۔ کڑوی اور مزیدار۔" جملے کا آخری حصہ منہ ٹیڑھا کر کے ادا کیا۔

"کل کیوں ملنا تھا تم نے؟" وہ اوپن کچن کی طرف آئی اور۔ کافی مشین سیٹ کرنے لگی۔

"تمہیں لڑائی کی وجہ بتانے کے لیے۔" وہ اوپن کچن کے سامنے لگے صوفوں پہ بیٹھ گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مہرین نے سر اٹھا کہ اسکی طرف دیکھا۔"بولو میں سن رہی ہوں۔"

اور یہاں سے کچھ میل کے فاصلے پہ زاریہ سلطان ایک کیفے میں بیٹھی تھی۔

بلیک لیدر جیکیٹ پہنے۔بالوں کو پونی ٹیل میں باندھے،وہ بلیک کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ لے رہی تھی۔

سردی کافی بڑھ رہی تھی۔

لیکن وہ کیفے کے اندر بیٹھنے کی بجائے باہر والے سیٹنگ ایریا میں بیٹھ گئی۔سردی سے اسکی ناک لال ہو رہی تھی۔مگر باہر بیٹھ کر اسے اچھا محسوس ہو رہا تھا۔

اسکی فون کی سکرین روشن ہوئی۔داؤد کا میسج تھا۔وہ روحان کو لے کر ہاسپٹل پہنچ گیا تھا۔

زاریہ نے اسکو کہا تھا کہ ہر آدھے گھنٹے بعد میسج کرنے۔خود وہ کورٹ سے سیدھا ادھر آئی تھی۔اپنے آخری کیس کو وائنڈاپ کرنے کے بعد اسے ایک ضروری کام کرنا تھا۔بہت سے کام اسکا انتظار کر رہے تھے سوا سے ان کے لیے جگہ خالی کرنی تھی۔

اسنے کپ کے گرد ہاتھوں کا ہالہ بنا کر گردن موڑی۔ذہن کے کونے میں روشنی کی ایک کرن پھوٹی اور اسکی آنکھوں کے سامنے منظر بنتا گیا۔

وہ آپنے ڈیسک کے دراز باری باری کھول کے اندر سے چیزیں نکال رہی تھی۔ پاس ایک کرتون پڑا ہوا تھا۔ جس میں سلیقے سے آدھا سامان رکھا جا چکا تھا۔ اس کے ڈیسک پہ ایک کاغذ بھی پڑا تھا۔ ریزیگنیشن لیٹر۔

دروازے پہ دستک ہوئی۔ زاریہ نے سر اٹھایا۔ حمزہ دروازے کی ناب پہ ہاتھ رکھے کھڑا تھا

۔

اپنے کرلی بالوں کو اچھی طرح سیٹ کیے، اور کالے پینٹ کوٹ میں وہ ہمیشہ کی طرح ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔ زاریہ کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔ زاریہ بھی جواباً مسکرا آئی۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں کہ زاریہ سلطان نے استعفیٰ دے دیا ہے؟"

وہ آگے آیا اور ڈیسک پہ پڑے ٹیبل کلاک کو اٹھایا۔ الٹ پلٹ کے دیکھا۔ اور کرتون میں ڈال دیا۔

"ہاں استعفیٰ دے دیا میں نے۔" زاریہ نے ایک فائل کرتون میں رکھی۔ اور پھر حمزہ کی رکھی ہوئی کلاک کو ترتیب کے مطابق ایک کونے میں رکھ دیا۔

"مگر کیوں؟" حمزہ نے ٹیبل پہ پڑے ہوئے قلم کرتون میں ڈالے وہ بکھر گئے۔

"باپ کی کرسی سنبھالنی ہے میں کمپنی دیکھنے کے ساتھ ساتھ وکالت نہیں کر سکتی۔ ویسے بھی ایل ایم ایم کے لیے میں نے جاب چھوڑنی ہی تھی۔"

وہ اب حمزہ کے پھینکے ہوئے قلم اکھٹے کر کے پلاسٹک کے پاؤچ میں ڈال رہی تھی۔

"دایان اپنے باپ کی کمپنی بھی دیکھتا ہے اور وکالت بھی کرتا ہے۔ تمہیں میرے دوست سے کچھ سیکھنا چاہیے۔"اس کے انداز میں فخر تھا۔

"تمہارے دوست کا باپ زندہ ہے۔"

وہ ڈیسک پر سے کاغذات اٹھا رہا تھا جب زاریہ کی بات سن کر اس کے ہاتھ رکے۔اس نے زاریہ کی طرف دیکھا۔وہ چیزیں سمیٹنے میں مصروف تھی۔

لمحے بھر کے توقف کے بعد وہ پھر بولا۔

"دائم کہ ساتھ سب کیسا چل رہا ہے؟ وہ کسی کام کا ہے یا نہیں؟"اس نے جو کاغذ اکھٹے کیے تھے وہ بھی کرتون میں پھینک دیے۔

"اچھا لڑکا ہے۔کام بھی اچھا کر رہا ہے۔ حلانکہ مجھے امید نہیں تھیں۔کافی چالاک لگتا ہے۔اب مجھے اچھی امید ہے اس سے۔"وہ دراز سے ایک اور فائل نکالتے ہوئے بولی۔

"اسکا بڑا بھائی زیادہ چالاک ہے۔"حمزہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"وہ بھی ڈیٹیکٹیو ڈیپارٹمنٹ میں ہے؟"

"نہیں،وہ وکیل ہے۔"

"کونسے کورٹ میں؟"

Clubb of Quality Content

"پچھلے سال جب ملاقات ہوئی تھی تو اسلام آباد میں پریکٹس کرتا تھا۔"

"گڈ۔" اس نے کرتون میں جھانکا اندر کاغذات بکھرے پڑے تھے۔ وہ اب کاغذات سمیٹنے لگی۔

"ویسے تمہارے جانے سے فیروز کا تو کیریئر ہی ختم ہو جائے گا۔" اس نے دو تین فائلز اکٹھی اندر ڈالیں۔

زاریہ نے مسکرا کر سر جھٹکا اور اس حمزہ کی پھینکی ہوئی فائلز سیٹ کرنے لگی۔ فائلز سیٹ کر کے اس نے کرتون بند کیا۔ اسکوٹیپ لگائی۔ اس کا سامان پیک ہو گیا تھا۔ اس نے کندھے پہ بیگ کا سٹریپ ٹکایا۔ کرتون اٹھانے لگی تھی کہ حمزہ نے اشارہ کر کے روک دیا۔

"میں مدد کرتا ہوں۔" اس نے کرتون اٹھالیا۔

"تم میری پہلے ہی کافی مدد کر چکے ہو۔"

"ہمیشہ کروں گا۔" وہ دونوں اکھٹے زاریہ کی گاڑی کی طرف جا رہے تھے۔

"جیسی مدد ابھی کی ہے ویسی ہی کرو گے؟" زاریہ نے مسکراہٹ دبائی۔

وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ کرتون رکھ کہ سیدھا ہوا۔ اپنے ہاتھ جھاڑے۔

"میری امی نے مجھے چیزیں سمیٹنا نہیں سکھائیں۔ لاڈلہ بچہ ہوں ناکام نہیں کرواتیں۔" افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔

Clubb of Quality Content

"کوئی بات نہیں۔" وہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی، گاڑی سٹارٹ کی۔ پھر شیشہ نیچے کیا۔ حمزہ ہلکا سا شیشے کی طرف جھکا۔

"اپنا خیال رکھنا۔"

"زاریہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "تم بھی۔"

وہ گاڑی سے پیچھے ہو گیا۔ اور زاریہ نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اس نے بیک ویو مرر میں دیکھا وہ ادھر ہی کھڑا تھا۔ زاریہ نے گاڑی مین سڑک کی طرف موڑی تو وہ نظر آنا بند ہو گیا۔

کسی نے اسکے سامنے والی کرسی کھینچی تو اسکی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا۔

اس نے اطمینان سے چہرا اٹھایا پر سامنے بیٹھے ہوئے مرد کو دیکھ کر چونک گئی۔

دایان سپاٹ چہرے کے ساتھ اسکے سامنے بیٹھا تھا۔ حلیے سے وہ کورٹ کے لیے تیار لگ رہا تھا۔

"میں دایان دستگیر ہوں یہ جانتی ہیں آپ لیکن یہ نہیں جانتی کہ میں دائم کا بڑا بھائی ہوں۔" یہ بات اسکے لیے نئی تھی۔

"بڑا بھائی؟" اسنے ناسمجھی سے اسکی بات دہرائی۔

دایان نے سر ہلایا۔

"وہ جس کیس میں آپ کی مدد کر رہا ہے میں اس حوالے سے ہی بات کرنے آیا ہوں۔"

دایان نے چند لمحے کا توقف کر کے اسے دیکھا جو اسکی طرف ابھی بھی ناسمجھی سے دیکھ رہی تھی۔

روڈ کے سائڈ پہ ایک سیلور کلر کی گاڑی آ کے کھڑی ہوئی۔

"سر وہ ادھر ایک اُدمی کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے۔" وہ فون کان سے لگائے کچھ فاصلے پہ بیٹھی زاریہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سامنے بیٹھے آدمی سے کچھ کہہ رہی تھی۔

"آدمی کا حلیہ سر؟ وہ کپڑوں سے کوئی وکیل لگ رہا ہے۔ رنگت کافی صاف ہے، تراشی ہوئی داڑھی، کالے بال اور اسکی آنکھیں شاید کلرڈ ہیں۔"

دوسری طرف سے کچھ سن کے اس نے غور سے اس آدمی کو دیکھا جو اب اس لڑکی سے کچھ کہہ رہا تھا۔

Clubb of Quality Content!

"آدمی کو؟ اوکے۔" اس نے فون رکھا۔ اور وہ گن جو وہ ساتھ لایا تھا سیٹ کرنے لگا۔

پیسنجر سیٹ کا شیشہ نیچے کیا تو اس آدمی کا چہرا واضح ہوا۔ اسکی آنکھیں واقع کلرڈ تھیں۔

"سلطان ابراہیم قتل کیس کے حوالے سے۔" وہ اپنی بات کہہ ہی رہا تھا کہ کوئی چیز تیزی سے اسکی آنکھ کے قریب سے گزری۔

اسے شدید جلن کا احساس ہوا۔ اس نے اپنی کنمپٹی پہ ہاتھ رکھا تو اسکو اپنے ہاتھ پہ نمی محسوس ہوئی۔ اسکی کنمپٹی سے خون نکل کر اسکے کالر کو بھیگونے لگا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ پاتا۔کوئی چیز اسکے کندھے کو چیرتی ہوئی گزری۔وہ سائڈ پہ جھکا۔کرسی اسکا وزن برداشت نہ کرپائی۔اور وہ کرسی سمیت زمیں پہ گرپڑا۔اس کی سانسیں بھاری ہونے لگیں۔

سامنے نیلا آسمان دھندلا ہورہا تھا۔کسی لڑکی کی حواس باختہ آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

اسنے آنکھیں جھپکایں۔اسے ایک لڑکی نظر آئی۔وہ اسکا نام بھی پکار رہی تھی۔اسکے بال کالے تھے۔ارد گرد بہت سے لوگ دائرہ بنائے اس پہ جھکے تھے۔

اسنے دوبارہ آنکھیں جھپکائیں۔وہ کسی گاڑی میں تھا۔شاید ایمبولنس،کوئی اسے آکسیجن ماکس لگا رہا تھا۔

Clubb of Quality Content!

"انکے گھر سے کسی کو کال کریں۔" اسکے کانوں میں مدھم سی آواز گونجی۔

"میں کرچکی ہوں۔" اسی لڑکی کی آواز۔اسکی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی۔اور اسکی آنکھیں بند ہوگئیں۔

آخری چیز جو اسنے دیکھی تھی وہ اس لڑکی کے ہاتھ تھے۔ان پہ خون لگا تھا۔وہ خون اسکا تھا

۔

"تو تم ابھی بھی اس لڑکی کے ساتھ کام کرو گے؟" وہ صوفے پہ آلتی پالتی مار کہ بیٹھی تھی ، گود میں کشن رکھا تھا۔ سامنے کافی کے دو مگ خالی پڑے تھے۔

"زاریہ سلطان نام ہے انکا۔"

"میں نے یہ تو نہیں پوچھا۔"

"میں یہ کام کیوں چھوڑوں؟؟ صرف اس وجہ سے کہ ڈیڈ اور بھائی نہیں چاہتے؟" وہ جھنجھلایا۔

مہرین نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے لیکن دائم کا موبائل بجنے لگا۔

اس نے موبائل کی سکرین دیکھی۔ زاریہ سلطان کالنگ۔ اسنے مہرین کو اشارہ کر کے کال اٹھائی۔

"ہیلو دائم! جلدی سے ہاسپٹل پہنچوں میں ایڈریس بھیج رہی ہوں۔" اسکا سانس پھولا ہوا تھا۔

"زاریہ آپ ٹھیک ہیں؟" وہ فوراً سیدھا ہوا۔ مہرین نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تمہارے بھائی کو گولی لگی ہے۔ جلدی کرو۔"

"بھائی کو؟!" دائم نے نا سمجھی سے بات دہرائی۔

"ہاں دایان کو۔"

Clubb of Quality Content

دائم کا دل دھک سے رہ گیا، وہ کھڑا ہوا۔ مہرین نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ کشن سائڈ پہ رکھ کر کھڑی ہوئی۔

"زاریہ بھائی ٹھیک ہیں نا؟" لیکن زاریہ کی طرف سے فون کٹ گیا۔ شاید اسے سگنل نہیں ملے۔

وہ فوراً دروازے کی طرف بھاگا۔ پیچھے مہرین اسے پکار رہی تھی۔ لیکن اسے سنائی نہیں دے رہا تھا۔ سنائی دے رہا تھا تو بس یہ۔ "تمہارے بھائی کو گولی لگی ہے!" وہ گاڑی سٹارٹ کر رہا تھا۔ "تمہارے بھائی کو گولی لگی ہے!"

اسنے سٹیرنگ تھاما "میں تمہارا بڑا بھائی ہوں!"

اسکی گاڑی سڑک پہ بہت تیزی سے بڑھ رہی تھی "نو یو آر ناٹ!"

اس نے زور سے بریک لگائی۔ وہ ابھی سامنے بائک والے کو کچل دیتا۔

اس نے زور سے سٹیرنگ پہ مکہ مارا۔ وہ زور سے چیخا۔ اسنے دو تین دفعہ ہارن بجایا تو لڑکے نے اپنی بائک سائڈ پہ کی۔ اسنے ایکسلیریٹر پہ پیر رکھ دیا۔

اسے ہاسپٹل پہنچنا تھا۔ اسے دیر نہیں کرنی تھی۔

....

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/ مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

Clubb of Quality Content

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: